وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی صدقہ مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

جلد (۶) بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۰ء نمبر (۹)

فہرست مضامین

۱- شذرات ۳۴۵
۲- بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام ایک معزز خاتون کا قبول اسلام ۳۴۶
۳- اگر مسیح دوبارہ دنیا میں آئیں تو کیا دیکھیں گے ۳۵۰
۴- خدمت قوم یا سوسائٹی ۳۵۳
۵- ابتلاء میں صبر و توکل ۳۵۶
۶- قرآن میں اخلاقی تعلیم ۳۶۶
۷- اسلام اور بت پرستی ۳۷۱
۸- جسمانیات اخلاقیات روحانیات ۳۷۶
۹- اسماء الحسنیٰ ۳۸۱
۱۰- زندہ مذہب کی خصوصیات ۳۸۸

www.aaiil.org

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو و امداد مسلم مشن ووکنگ و بلاد غیر بنام فنانشل سکرٹری اشاعت اسلام بلاد مغربیہ ووکنگ مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور سے ہونی چاہئے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف رقم زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے + مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچا دیا جائے۔ اور اسکے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہے مسلمانو اس کام میں ہماری مدد کرو + مینیجر

مسلم بک سوسائٹی کی اردو کتب زیر طبع

۱۔ دنیا کے مشہور شہدائے اسلام از مصنفہ جناب شیخ شبیر حسین صاحب قدوائی
۲۔ مذہب اور جنگ ،، محمد مارمیڈیوک پکتھال
۳۔ ذرائع عالم کا مذہب ،، حضرت خواجہ صاحب
۴۔ مطالعہ اسلام ،، ،، ،،
۵۔ باطنیات اسلام ،، ،، ،،
۶۔ مکمل مجموعہ لکچر اسلام ،، ،، ،،
۷۔ یسوع الوہیت اور انسانیت کا ملہ ،، ،،
۸۔ اسلام اور علوم جدیدہ ،، ،، ،،
۹۔ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ،، ،،

نوٹ۔ مندرجہ بالا کتب کے شائع ہونے سے پیشتر جو صاحب اپنا نام تمام درخواستیں بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

نہ ٹانک ٹیبلٹس

یعنی

حب کف ابابیل۔

بے انتہا مقوی اعصاب اور دماغ کو زبردست طاقت بخشنے والی ہیں مردوں کیلئے ایک نعمت عظمیٰ ہے دل و جگر کو بیحد تقویت دیتی اور قوت جسمانی کی کامل حفاظت کرکے حسب دلخواہ ترقی دیتی ہیں جس نے ایکبار آزمایا ہمیشہ کیلئے دلدادہ و شیدا بن گیا۔

قیمت ۳۰ ٹکیوں کی صرف دو روپیہ

سلیمان روز اینڈ کمپنی

پوسٹ بکس نمبر ۷۹ ۔ رنگون ۔ ملک برہما

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۶) بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۰ء نمبر (۹)

شذرات

ناظرین کرام پر یہ امر مخفی نہیں ہے۔ کہ رسالہ اشاعت اسلام ایک ماہواری اسلامی رسالہ ہے۔ جو مسلمانوں کو قرآن کریم کے ارشادات کے ماتحت اللہ اور اس کے رسول اکرم صلعم کی کامل اطاعت اختیار کرنے اور اسکے دین مبین کی حمایت و اشاعت کرنیکی تلقین و ہدایت کرتا اور غیر مذاہب کے اعتراضات کی تردید کرکے اسلام کی حقانیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ رسالہ مذکور کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے مہتم بالشان کام اشاعت اسلام کو مالی تقویت پہنچاتا ہے لہٰذا ناظرین کرام کیخدمت میں التماس ہے کہ از راہ کرم رسالہ ہذا کی اپنے حلقہ اثر میں توسیع اشاعت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں جسقدر بھی اس رسالہ کا حلقہ اشاعت وسیع ہوگا یوں بھی اشاعت اسلام کے کام کی مالی تقویت کا موجب ہوگا۔۔ لہٰذا ہم ناظرین سے مؤدبانہ التماس کرتے ہیں۔ ازراہ کرم ہر ایک بہی خواہ رسالہ ایک ایک جدید خریدار فراہم فرماکر ممنون فرمائیں۔ اور مسلم مشن ووکنگ کے چندہ کی بھی اپنے حلقہ اثر میں تحریک فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ اگر برادران ملت کی متفقہ کوشش سے رسالہ ہذا کی اشاعت دس ہزار ہو جائے۔ تو بہت سی مالی مشکلات سے ہمیں مخلصی حاصل ہوسکتی ہے ۔ خادم

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اِسلام

مراسلہ مسجد ووکنگ نمبر ۱۰

اِنگلستان کی عید اور اتحادِ اسلامی کا ایک دلنشین منظر

ایک اَور انگریز مرد اور تین خواتین کا

قبُول اِسلام

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ دوسرا موقعہ ہے۔ کہ مجھے انگلستان میں نماز عید پڑھنے کا اِتفاق ہؤا ہے۔ یوں تو دنیا کا کونسا اسلامی ملک ہے یا کونسی وہ جگہ ہے جہاں مسلمان آباد ہیں۔ اور عید کی نماز پڑھنے کا انہیں اتّفاق نہیں ہوتا لیکن انگلستان کی عید اُن سب عیدوں پر ایک فوقیّت رکھتی ہے اور قومی اتفاق و اتحاد کی وہ شان جو دوسری جگھوں پر شاید بمشکل نظر آسکے اِس سرزمینِ تثلیث میں ہر آئے سال اپنا پُورا جلوہ دکھاتی ہے +

۷ اجون سنہ ۱۹۲۰ء کو عید الفطر کا دن تھا۔ کاروبار کا دن ہونے کی وجہ سے خیال یہ تھا کہ بہت لوگ شاید نہ آسکیں۔ بلکہ بہت سے اعتذار کے خطوط بھی پہلے سے آچکے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نماز کے وقت ہندوستانی۔ افریقی مصری ترک اور دیگر مختلف ممالک اور مختلف اقوام کے مسلمان ایک بہت بڑی تعداد میں جو دو اڑھائی سو کے درمیان تھی جمع ہوگئے۔ حاضرین میں ہندوستانی خلافت ڈیلیگیشن کے ممتاز اراکین مسٹر محمد علی صاحب بی اے آکسن۔ مولوی سید سلیمان صاحب ندوی اور آنریبل مسٹر حسن امام صاحب بھی موجود تھے۔ ایسا ہی مصری ڈیلیگیشن کے صدر ہز ایکسلنسی سعد زغلول پاشا کے نائب مسٹر ملوبانی بے بھی شامل نماز تھے۔ خود ہز ایکسلنسی علالت طبع کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ ان کے علاوہ نائجیریا مغربی افریقہ کے تمام آئے ہوئے ایک والئے ریاست

(Alama of Macedonia) بھی مع اپنے بیٹے سیکرٹری اور ترجمان کے تشریف لائے۔ ان کے صاحبزادہ صاحب شان حکومت کا چھتر ان کے سر پر لگائے ہوئے تھے۔ ایسا ہی آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب ممبر انڈیا کونسل اور دیگر بہت سے ممتاز اصحاب بھی نمازیوں کی صف میں موجود تھے۔

انگریز حاضرین میں نو مسلمین کے علاوہ بہت سے قابل غیر مسلم اصحاب بھی تھے جنہیں سے مسٹر اے کیپلین ایڈیٹر "دی لبرل کرسچین" اور ڈاکٹر چارلس کارفٹ ایم اے۔ ڈی ڈی آنریری ایل ایل ڈی اور مس آلو سیٹونسن ہاول سکرٹری برٹش اینڈ انڈیا کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اخبارات کے نامہ نگار اور فوٹو گرافر اور سنما والے بھی کثرت سے ساتھ آئے ہوئے تھے

نمازِ عید اور خطبہ

ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے "الصلوٰۃ" کی آواز کانوں میں پڑی۔ اور یہ تمام مختلف ممالک مختلف زبانوں کے بولنے والے۔ اور مختلف حیثیتوں کے مسلمان جن میں شیعہ سُنی۔ احمدی۔ اہلحدیث۔ انگریز اور ہندوستانی سب ہی موجود تھے۔ باین ہمہ اختلافات ایکدوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ صفوں کے اندر آکھڑے ہوئے۔

نماز امام مسجد ووکنگ مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے نے پڑھائی۔ اور اسکے بعد تقریباً ایک گھنٹہ تک اس اسلامی اتحاد اور اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے پر خطبہ دیا۔ حاضرین کے گوناگوں اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا۔ کہ اسلام نے کس طرح سے ان سب کو ایک سلک اتحاد میں منسلک کر دیا ہے۔ اور کس طرح سے ایک خدا کا سب کو پرستار بنا کر ایک عالمگیر امن و اتحاد کا پیغام دنیا کو دیا ہے۔ آپ نے اسی سلسلہ میں اسلام کی عالمگیر تعلیم کو مختصتہً پیش کیا۔ اور بتایا کہ اسلام ایک فطرتی مذہب ہے جن پاکیزہ باتوں کو فطرت ہمارے لئے تجویز کرتی ہے وہی اسلام کی تعلیم ہے۔ فطرت اگر خدا کا فعل ہے تو قرآن خدا کا قول۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو تذکرہ کہا ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ وہ فطرت کو جگاتا۔ اس کو اسکی صحیح باتیں یاد دلاتا۔ اور فطرتی قویٰ اور تقاضاؤں کو تقویت بخشتا اور اُبھارتا ہے۔ ایسا ہی آپ نے یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الخ

سے استدلال کرتے ہوئے بتایا کہ تمام مذاہب کی اگر ایک لیگ بنائی جائے۔ اور یہ دیکھا جائے کہ کونسی وہ باتیں ہیں جو سب میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں۔ تو وہ وہی باتیں ہونگی جنکی اسلام تعلیم دیتا ہے۔ گویا اسلام ہی ایک مذہب ہے جس پر دنیا کی تمام اقوام اور سب مذاہب راضی ہو سکتا ہے۔

اراکین خلافت ڈیلیگیشن کی تقاریر

خطبہ کے بعد مسٹر محمد علی صاحب بی اے آکسن اور مولوی سید سلیمان صاحب ندوی اراکین خلافت ڈیلیگیشن نے بھی مختصر تقاریر کیں جن کا موضوع مسئلہ خلافت اور ترکی عہد نامہ تھا۔ مسٹر محمد علی نے مسلمانوں کی خواہشات اور جوش کا ذکر کرتے ہوئے ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھا اور بتایا کہ ترکی عہد نامہ پر اب نظر ثانی ہونے لگی ہے۔ اسلئے ہم سب کی طرف سے ایک ریزولیوشن اس مضمون کا حضور ملک معظم کو جانا چاہئے۔ کہ عہد نامہ میں ترکی کو بحال رکھنے کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو۔ یہ رزولیوشن بالاتفاق پاس ہوا۔ اور ایسا ہی ایکدوسرا رزولیوشن بھی جسمیں سلطان کو لکھا گیا کہ ہم سب آپکے لئے دعا کرتے ہیں۔ مولوی سید سلیمانصاحب نے مولوی مصطفٰے خانصاحب بی اے کے خطبہ کا حوالہ دیتے ہوئے اسلامی رواداری کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ اور ترکی کے قیام کو سلطنت انگریزی کے لئے ضروری بتایا +

مصیبت زدگان لنکن شائر کے لئے چندہ

لنکن شائر شمالی انگلستان کے طوفان باد و باراں کے ہولناک واقعات اخباروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان مصیبت زدگان کی امداد و اعانت کیلئے ہاتھ بڑھانا انسانیت کا فرض اولین ہے۔ ہمارے پُرجوش نومسلم بھائی مسٹر عبدالکریم لافٹس نے مسز پرل (زاہدہ) کی تحریک سے اس فرض کی طرف حاضرین کو توجہ دلائی اور چندہ کیلئے اپیل کی۔ بعض خواتین چندہ کیلئے کٹورے ہاتھوں میں لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور اسی وقت چندہ کی ایک خاصی رقم مصیبت زدگان کے فنڈ میں داخل کرنے کیلئے جمع ہو گئی +

عید کا دسترخوان۔ اس کے بعد کھانے کا وقت تھا۔ میزیں لگ گئیں۔ اور

ہمارے ہندوستانی نوجوانوں نے ایک لمبی قطار بنا کر ہاتھوں ہاتھ کھانا میزوں پر پہنچانا شروع کیا۔ بہت سی نومسلم خواتین بھی اسی قسم کے دوسرے کام ادھر اُدھر کرتی پھرتی تھیں۔ ان سب کی امداد قابل شکریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ اور خدام دین بنائے۔ آمین

حاضرین کی تواضع اس وقت پلاؤ اور سینویوں وغیرہ سے کی گئی +

قبول اسلام

یہ سب کچھ ہوا لیکن سب سے بڑھ کر ایک خوشی کی بات یہ ہوئی۔ کہ اس موقعہ پر ایک اور انگریز اور تین خواتین کا اضافہ اسلام میں ہو گیا۔ یہ چاروں خوب سمجھدار اور پڑھے لکھے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات اور اس کے اس دلنشین نظارہ نے ان کے دلوں پر ایک گہرا اثر کیا۔ اور وہ بغیر اس کے نہ رہ سکے۔ کہ وہ اسی وقت اسلام کا اعلان کریں۔ ان سب کے نام حسب ذیل ہیں :-

(۱) ولیم ڈیمنڈ	اسلامی نام ولید
(۲) روتھ میری	" " رفیعہ
(۳) مسز پیر	" " نسیمہ
(۴) مس بیل	" " مریم

اللہ تعالیٰ ان سب کو استقامت بخشے۔ اور انہیں اسم بامسمیٰ بنائے +

اس موقعہ پر میں اُن پُرجوش نومسلمین و نومسلمات کا ذکر دلی تشکر و امتنان کے ساتھ کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو اسلام کو اپنے دوستوں اور ساتھیوں تک پہنچانے اور انہیں مسلمان بنانے کا ایک گہرا جوش اپنے دل میں رکھتے ہیں یہ چاروں نومسلمین بھی انہی میں سے بعض کے جوش اسلام کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور دین کے لئے بیش از پیش ہمت و جرأت عطا فرمائے آمین

انہی جوش اسلامی کی ایک اور مثال یاد آگئی۔ ہمارے ووکنگ کی ایک نوجوان لڑکی آج کل ایک ضروری اپریشن کے لئے ہسپتال میں ہے۔ وہ وہاں جاتے ہی اس فکر میں لگ گئی ہے

کہ کسی طرح ہسپتال کی دایئوں کے ساتھ کی بیمار عورتوں کو مسلمان کرے! اسلئے اس نے جاتے ہی ہم سے اسلام پر چھوٹے چھوٹے رسائل مانگے۔ جو اسے بھیجے گئے اللہ تعالیٰ ان کی ان پاک کوششوں کو بارآور کرے۔ اور ہمارے نوجوان طلباء کو بھی ایسے نیک نمونوں کی پیروی کی توفیق بخشے۔ آمین۔ اگر ہمارے نوجوان طلباء کم ازکم اپنا نیک نمونہ ہی اس ملک میں قائم کریں۔ تو اسلام کو بہت بڑا فائدہ ہو سکتا ہے +

مسلم یتامےٰ جنگ کی امداد

اوپر ہم ڈاکٹر چارلس کارنٹ کا ذکر کر چکے ہیں۔ آپ ایک بہت پاکیزہ اور سُلجھے ہوئے خیالات کے آدمی ہیں۔ بلکہ یُوں کہنا چاہئیے۔ کہ عقائد کے لحاظ سے آپ بالکُل مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کے اعلان کی بھی توفیق بخشے + ان ڈاکٹر صاحب نے سہ پہر کی چائے پر ایک مختصر تقریر کے ساتھ ایک رزولیوشن پیش کیا۔ جس کا یہ منشا ہے۔ کہ جنگ میں جو مسلمان سپاہی کام آئے ہیں ان کے یتیم بچوں کی امداد و اعانت کیلئے برطانیہ کی طرف سے کوئی خاص اہتمام ہونا چاہئیے ڈاکٹر صاحب موصوف نے بتایا کہ جنگ میں کام آنیوالے سپاہیوں کی اولاد کی امداد کرنا گویا سلطنت کو مدد دینا ہے۔ اس وقت تک اس ملک سے یتامےٰ کے لئے عام طور پر چندے ہوتے رہے ہیں لیکن مسلمان یتامیٰ کا شاید اتنا خیال نہیں رکھا گیا۔ اسلئے ان کا خاص طور پر بندوبست ہونا چاہئیے +

ریزلیوشن کی تائید میں لیڈی کیتھرائن نے جو وہ بھی اسی مجلس عید میں شریک تھیں۔ ایک مختصر تقریر کی۔ اور رزولیوشن باتفاق رائے پاس ہؤا۔

ایک اور رزولیوشن

مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے امام مسجد ووکنگ نے ایک اور رزولیوشن پیش کیا۔ کہ "جلسہ خلیفہ حامد حسین خان صاحب ریاست پٹیالہ کی بےوقت وفات پر اظہار افسوس اور ان کے پسماندگان کے لئے اظہار ہمدردی کرتا ہے"۔ رزولیوشن کی تحریک کرتے ہوئے انہوں نے

بتایا کہ خلیفہ صاحب مرحوم حال ہی میں جیل کمیشن کے ساتھ انگلستان امریکہ جاپان وغیرہ مقامات کا دورہ کرنے کے بعد شملہ پہنچے تھے۔ اور رپورٹ لکھنے میں مصروف تھے کہ ناگہاں موت نے آدبایا مسلمانوں کی ہمدردی اور خیرخواہی وہ بہت کرتے تھے۔ اور قیدیوں کی عبادات وغیرہ کے متعلق رپورٹ میں خاص سفارشیں کی تھیں یہ رزولیوشن بھی باتفاق رائے پاس ہوا +

شام کے وقت یہ دلچسپ صحبت ختم ہوئی۔ اور مہمان شام کی گاڑیوں میں واپس گھروں کو تشریف لے گئے +

اخبارات میں تذکرہ اور تصاویر

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ اس موقع پر اخبارات کے نمایندے اور فوٹو گرافر اور سنیما والے بھی آئے ہوئے تھے۔ عید کے دوسرے ہی دن انکی کارگذاریاں بہت سے ممتاز پرچوں میں شائع ہوگئیں ڈیلی گرافیک۔ ڈیلی مرر ۔ سٹینڈرڈ۔ ٹائمز وغیرہ وغیرہ تمام اخبارات نے تصاویر شائع کیں اور نوٹ لکھے۔ ووکنگ ہیرلڈ نے تو جلسہ کی پوری کارروائی اور خطبہ کا خلاصہ بھی دیا۔ عید کے فلم بھی لندن کے بڑے بڑے سنیما کے تھیٹروں میں پرسوں سے دکھائے جارہے ہیں۔ گویا یہ ایک مفت کا اشتہار ہو گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اور بھی بہت لوگوں کی ہدایت کا موجب بنائے + والسلام

خاکسار۔ دوست محمد ۔ از ووکنگ انگلستان مورخہ ۲۱ جون سنہ ۱۹۲۰ء

اگر مسیح دوبارہ دنیا میں آئیں تو کیا دیکھینگے

اگر جناب مسیح کیلئے کسی طرح دوبارہ اِس دنیا میں آنا ممکنات سے ہو اور وہ کروڑہا مخلوق کسیحا کا ملاحظہ کریں جو مسیح کی بھیڑیں کہلاتے ہیں تو اُن کی حیرت کا یقیناً اندازہ نہ ہے خصوصاً جبکہ انہیں معلوم ہو کہ ان کے نام لیوا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے اخلاق نہایت ہی گرے ہوئے ہیں۔ اور دنیاوی لذات اور خواہشات کے غلام بن چکے ہیں۔ اور اس

دُنیا کی فکر نے ان کا گھیر آکر لیا ہے۔ اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ مسیح کی بھیڑوں نے وہ راہ اختیار کر رکھی ہے جس پر کہ وہ اس وقت نہ چلتی تھیں جبکہ ان کا رکھوالا یعنے گڈریا موجود تھا اور اپنا نیک اثر ان پر ڈالتا تھا۔ لوگوں نے راستبازی اور تقویٰ کی راہ چھوڑ دی ہے اور بدچلنی بے اعتدالی عیاشی اور حیوانیت اختیار کر رکھی ہے۔ جن کے لئے یہ حکم تھا کہ وہ کل کا خیال نہ رکھیں۔ اور زمین پر خزانہ جمع نہ کریں وہ اب دنیاوی مفاد کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور دولت جمع کرنے کی فکر انہیں لگ رہی ہے۔ ہزار ہا آوارہ لڑکیاں اور لکھو کہا بدچلن عورتیں اس قوم میں سے پیدا ہوئی ہیں۔ جن کی مقدس کتاب میں یہ حکم ہے کہ جو شخص کسی عورت کو بُرے ارادے سے دیکھیگا اسکی نسبت سمجھا جائیگا کہ اس نے اپنے دل میں اس عورت سے زنا کیا۔ وہ طہارت اور نیک چلنی جس پر جناب مسیح نے بہت کچھ زور دیا تھا ہمیں کہیں چراغ لیکر بھی دکھائی نہیں دیتی۔ کیا ایسے اب ان لوگوں میں ڈھونڈا جائے جن کے نزدیک کسی کنواری لڑکی سے کوئی قبیح فعل کرنا تو کوئی جرم نہیں لیکن اگر اس لڑکی سے شادی کرلی جائے تو البتہ وہ فعل جُرم قرار دیا جاتا ہے؟ کیا اسی کا نام اخلاق ہے جس پر عیسائیت کو اس قدر ناز ہے۔ اور کیا کوئی صاف دل انسان اس بات کی شہادت دے سکتا ہے۔ کہ جناب مسیح کی تعلیم کا یہی مطلب تھا۔ اور اسکی غرض و غایت یہی تھی۔ کیا خدا کے برگزیدہ لوگ اور پیغمبر جو قوموں کو سچائی اور پاکیزگی سکھلانے کے لئے مامور کیے گئے۔ مثلاً حضرت ابراہیم یعقوب موسیٰ اور داؤد علیہم السلام اور جو مرتے دم تک کثرت ازدواج ہی کے حامی رہے۔ خدا کی نگاہ میں گنہگار تھے؟ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یوروپین عیسائیوں میں بیحد شراب خوری اور عیاشی مسیح کی تعلیم کے مطابق ہے؟ اور کیا مسیحی لوگ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں جسنے انہیں فرمایا کہ اگر تمہاری داہنی گال پر کوئی دھپڑ مارے تو بائیں گال آگے کردو +

خدمت قوم یا سوسائٹی

اسلامک ریویو ماہ مئی ۱۹۳۰ء

(از قلم جناب ملنگ احمد بادشاہ صاحب بی۔اے)

غالباً ارسطو کا ہی یہ مقولہ کہ انسان مدنی بالطبع ہے زبان زد خلائق ہے ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی طبیعت کا بڑا بھاری خاصہ اسکی ملنساری ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد حاصل کرتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ملکر اور جدوجہد میں ان کا شریک ہوکر اپنی قابلیتوں اور قوتوں کی پرورش کرتا اور انہیں ترقی دیتا ہے۔ گو اسے دنیا میں خدا کا خلیفہ کہا جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اسے بڑے اعلےٰ نمونہ کے مطابق بنایا گیا ہے تاہم جسمانی لحاظ سے اور پیدائشاً وہ دیگر مخلوق خدا میں سے کمزور ترین ہے۔ اور اپنے بیشمار حاجات کے پورا کرنے کے لئے اسے گروہ یا جماعت کی ضرورت ہے ابتدا میں تو یہ اسکی ضروریات نہایت تھوڑی اور سادہ ہوتی ہیں لیکن جوں جوں وہ طاقتور اور دانا ہوتا جاتا ہے اسکی ضروریات بھی مختلف اور پیچیدہ ہوتی جاتی ہیں اور اسکے اغراض بہت زیادہ ہوجانے سے اسکے اور جماعت یا قوم کے درمیان ایک تعلق اور رابطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ سب سے اول زندہ رہنے کی ضرورت ہے جس پر کہ انسانی ہستی کی بنیاد قائم ہے۔ اور چونکہ ایک فرد انسان دوسروں کی امداد کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا اسلئے جماعت یا سوسائٹی کے پیدا ہونے کا بیج بویا جاتا ہے۔

میں اب ناظرین کرام پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ایک واحد انسان اور تمام جماعت کے مفاد دراصل ایک ہی ہیں اور ایکدوسرے سے اس طرح وابستہ ہیں کہ افراد جماعت سے یا جماعت افراد سے علیحدہ و جدا نہیں کئے جا سکتے۔ دراصل ایک واحد انسان بڑے مجمع کا جزو ہے اور کوئی مجمع اپنی صورت اختیار نہیں کر سکتا یا قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ اسکی جزو پختہ و قائم نہ ہو۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ اگر فرد یا جزو کمزور ہو تو کل جماعت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور جماعت کی کمزوری افراد

کی کمزوری پر دلالت کرتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات سیاسی مدنی اور اقتصادی مشکلات کا سامنا کسی جماعت کو کرنا پڑتا ہے۔ جسے ہم قومی مصیبت کے نام سے پکارتے ہیں لیکن جب اس قسم کی مشکلات کسی واحد انسان کے پیش آجائیں۔ تو ہم اُسے شخصی مصیبت کہتے ہیں۔ لیکن اگر ذرہ غور کیا جائے تو صاف نظر آجائیگا کہ یہ تمیز اور فرق صرف ظاہری ہے۔ کیونکہ کوئی جماعت یا قوم قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر اس کے افراد ضعیف ہوتے جائیں۔ مجھے آپ معاف فرمادیجئے۔ اگر میں آپ کو بتلاؤں کہ ایک فرد کی کمزوری یا اس کا زوال ہرگز ہرگز شخصی خیال نہ کیا جانا چاہئے بلکہ اس کا زوال اس قوم یا جماعت کا زوال ہے جس کا وہ جزو ہے۔ یہ زوال گو اس کی حیثیت کے لحاظ سے کم یا زیادہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ دنیا میں دانا لوگ بھی ہیں اور گاہ بگاہ اس قسم کے لوگ پیدا ہوتے ہی ہیں جو ان صدمتوں سے موثر ہوکر سوسائٹی کو بیدار کرتے ہیں۔ اور اُسے افراد کی ترقی کی ضرورت محسوس کراتے ہیں۔ علاوہ بریں اسمیں جو قابل اور سمجھدار ہوتے ہیں ان میں اپنے ابناء جنس کی خدمت کے لئے جوش پیدا کرتے ہیں۔ یہ لوگ نسل انسانی کے محسن اور مربی کہلاتے ہیں۔ انمیں سب سے زیادہ ممیز۔ اولوالعزم اور نجیب نبیوں کا گروہ ہے یعنے حضرت آدم سے لیکر حضور سرور کائنات حضرت محمد صلعم تک تمام انبیا کی مثال اُن ستاروں اور دیگر روشن اجرام فلکی کی طرح ہے جو اندھیری رات کو روشن کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاک نبی صلعم سورج کی طرح ہیں جنکے ظہور سے خود رات ہی دن کی صورت اختیار کرلیتی ہے ان کی موجودگی میں ہمیں کسی ستارے یا چاند کی بھی ضرورت نہیں اور نہیں خود بخود سورج کے سامنے ماند ہوجانا چاہئے۔

قوم کو بیدار کرنے کی ایک مثال یعنے حضرت محمد صلعم ہمارے سامنے ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کیا کچھ کیا اور کیا کچھ بتلایا۔ چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ:۔

ارءیت الذی یکذب بالدین ہ فذالک الذی یدع الیتیم ہ ولا

یحض علی طعام المسکین ٭ فویل للمصلین ٭ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ٭ الذین ھم یراؤن ٭ ویمنعون الماعون ٭ ترجمہ کیا دیکھا تو نے اُس شخص کو کہ جھٹلاتا ہے جزا کو۔ پس یہ وہ شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو اور نہیں رغبت دلاتا اوپر کھانا دینے فقیر کے۔ پس وائے ہے واسطے ان نماز پڑھنے والوں کے کہ وہ جو نماز اپنی سے بیخبر ہیں۔ وہ جو دکھلاتے ہیں لوگوں کو اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیز سے ٭

یہ مختصر لیکن فصاحت اور رُوحانی تعلیم سے بھری ہوئی قرآن کی سورت ہے لیکن شخصی ترقی اور قومی عروج کی ایک مستحکم بُنیاد ہے میں اس کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ مثل مشہور ہے۔ کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ مثل قرآن شریف کے اس سُورۃ کے مضمون کے عین مطابق ہے کہ ایمان اور اعتقاد کا دوسرا نام عمل ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں جس طرح کہ دن کیلئے سُورج کا ہونا ضروری اور طپش کے لئے آگ کا ہونا لابدی ہے۔ لہٰذا جو شخص قیامت پر جزا و سزا پر اور خود خدا پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کا امتحان اس بارے میں اس کے اپنے اعمال اور افعال سے کیا جاتا ہے جہاں تک ان کا تعلق خود اسکی ذات سے اور قوم یا سوسائٹی سے ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص خدا کو مانتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُسے مُنصف اور قیامت کے دن کا مالک بھی مانے۔ اور اگر اس کا ایمان قیامت کے دن پر ہے تو وہ ایسے کام نہیں کر سکتا۔ جس کا نتیجہ اس کے اور قوم کے حق میں سوا بھلائی کے کچھ نہ ہو بلکہ نیک و بد افعال میں تمیز کرنا ہی خود روز جزا و سزا کے احساس کا نتیجہ ہے اور جسے اس دن کے فیصلہ سے انکار ہے اس کے اندر کسی قسم کی تمیز نہیں خواہ اس کا اثر خود اس پر یا سوسائٹی پر پڑے ٭

اِس فقدان تمیز کا اثر سوسائٹی پر کئی طرح سے پڑتا ہے۔ اول یتیموں پر سختی کرنا۔ دوم غربا و مفلسین کی پرورش کے لئے دوسروں کو تاکید نہ کرنا۔ اور سوم

روزمرہ برتنے کے ثابت البیت کو استعمال نہ کرنا اور اس کا اثر اپنی ذات پر بھی دو طرح سے پڑتا ہے۔ اول یہ کہ انسان خدا کی عبادت کی پرواہ نہ کرے۔ اور دوسرا اعمال لوگوں کے دکھلاوے کیلئے کرے۔ سوسائٹی کو مضبوط کرنے اور ترقی کے اعلیٰ مدارج پر لیجانے کیلئے سب سے اول یتیمی کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ قرین انصاف و عقل بھی ہے۔ جس طرح کہ ہر ایک نظام کسی اپنے جزو کی کمزوری سے یا کوئی جسم اپنے کسی عضو کے کمزور ہونے سے نقصان اٹھاتا ہے اسی طرح قومی جسم یا نظام بھی یتیموں کی وجہ سے جو کہ قومی جسم کے اعضا ہوتے ہیں نقصان اٹھاتا ہے۔ چونکہ ان کے سر سے والدین کا سایہ اٹھ جاتا ہے اور ان کی پرورش کرنیوالا اور خبر گیراں کوئی نہیں ہوتا۔ اسلئے سوسائٹی یا قوم ہی کو ان کے والدین کی قائمقامی کرنی پڑتی ہے۔ اور جو کچھ بھی فائدہ انہیں پہنچایا جاتا ہے وہ صرف انہیں تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کا اثر قوم تک پہنچتا ہے لیکن لعنت ہے اس قوم پر جسمیں بیشمار ایسے یتیم ہوں جن کا کوئی بھی سرپرست نہ ہوں اور جہاں مصیبت زدہ مفلس بکثرت نظر آئیں۔ اور جو قوم اپنے فرائض کو جنمیں اس کا اپنا مفاد ہے ادا کرنے کی پرواہ نہ کرے مفلسی اور مصائب گھن کی طرح سے سوسائٹی کی بنیاد کو کھا جاتے ہیں۔ اور اسکی عمارت یقینی طور پر کسی نہ کسی دن یکایک گر جاتی ہے یتیموں سے سختی کرنا نہ صرف سوسائٹی کے ان بدبخت ممبروں کو ہی تباہ کرتا ہے۔ بلکہ آخرالامر خود سوسائٹی کے حق میں سم قاتل ثابت ہوتا ہے۔ یتیموں سے بدسلوکی کرنیوالے کے دل پر ایک قسم کی مہر لگ جاتی ہے اور اسکے اندر تمام اعلےٰ قسم کی خوبیوں پر گویا اوس پڑ جاتی ہے۔ یہ ایک قانون قدرت ہے جو اٹل اور سچا ہے اور نئے معلوم طور پر اپنا اثر دکھلاتا ہے بُرا کام اپنے بُرے نتائج کو ساتھ لیجاتا ہے۔ ایک بدکام سے نہ صرف دوسرے بُرے کام کرنے کی جرأت ہوتی ہے بلکہ طبیعت ہی خطرناک قسم کی واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یتیموں پر سختی کرنیوالے کی قوتوں اور قویٰ میں فوراً ضعف شروع ہو جاتا ہے جو کہ بڑھتے بڑھتے اس حد تک

پہنچتا ہے کہ وہ نہ صرف غربا کی خود ہی پرورش کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ بلکہ وہ دوسروں کو بھی اس قسم کا کام کرنے کی ترغیب نہیں دیتا۔ یہ انحطاط اور زوال یہیں ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ قانون الٰہی کے ماتحت انسان کو اس ذلیل و قابل نفرت حالت تک پہنچاتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اپنے ہمجنسوں کے لئے یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ روزمرہ کے لئے ضروریات بھی انہیں نصیب ہوں۔ گو یہ ضروریات بہت بھاری اور قیمتی نہیں ہوتیں۔ تاہم ان کے بغیر گذارہ بھی نہیں ہوسکتا۔ مثلاً پانی۔ نمک۔ سالن وغیرہ یہ سب روزمرہ کے استعمال کی چیزیں ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے ہمسائیوں کی ان معمولی چیزوں سے بھی مدد نہ کرے تو گویا وہ اپنے حد درجہ کی ذلیل و پست حالت میں ہونے کا ثبوت دیتا ہے جبکہ انسان اس درجہ گری ہوئی حالت پر پہنچ جائے۔ اور اس کے اعلےٰ اخلاق اس طرح مر جائیں تو ایسے شخص سے کیا اُمید ہوسکتی ہے۔ قوم بنانا کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لئے بہت بھاری قربانی کی ضرورت ہے۔ مال و دولت اور جسمانی و دماغی طاقتوں کو ایثار کرنا پڑتا ہے۔ اور مزید براں اس پر سخت ترین اعتراضات کی بوچھاڑ بھی ہوتی ہے۔ اور چاروں طرف سے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے لیکن نیکیوں پر اس طوفان کا جو اس کے چاروں طرف محیط ہے کچھ اثر نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی کامیابی پر فخر و غرور میں آتا ہے۔ اس کا رہنما صداقت ہی ہوتی ہے جو اس کے لئے ستارہ صبح کا کام دیتی ہے جس کے ذریعہ سمندر میں جہاز رانی کی جاتی ہے۔ قرآن شریف ہی ایک سچے خدا کے بندے کی جو نسل انسانی کے فائدہ کے لئے مرمٹتا ہے دوسروں سے اسی سورہ میں افسوس کے ساتھ اس طرح تمیز کرتا ہے کہ آخر الذکر دوسروں کو محض دکھلاوے کے لئے فائدہ پہنچاتے ہیں ؛

اگر سب نیک اعمال محض دکھلاوے کے لئے ہوتے تو جو کچھ بھلائی زمانہ دراز مخلوقات کے لئے پیغمبروں مصلحین اور دیگر نیک اشخاص نے کی ہے وہ ایک خواب و خیال ہی ہو جاتی۔ اور سوسائٹی جو ہمیں نظر آتی ہے۔ اور تہذیب جسے ہم

محسوس کرتے ہیں کبھی بھی پایہ تکمیل تک نہ پہنچے۔ لہذا کسی سوسائٹی کی ترقی کیلئے ظاہر داری اور دکھلاوا سود مند نہیں۔ اس کے قیام اور اس کی خوشحالی کیلئے پختہ اور سچی باتوں کی ضرورت ہے۔ بس جس طرح غلط امور کی پابندی سے سوسائٹی کا عروج ناممکن ہے۔ اسی طرح خود غرضی بھی انسان کی ذاتی ترقی کی مانع ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ افسوس ہے اس شخص کے لئے جو کہ نماز تو پڑھتا ہے لیکن خود اس سے بیخبر ہے (فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون) نماز کی غرض صرف یہ ہے کہ انسان اندرونی صفائی اور پاکیزگی اور ترقی حاصل کرے۔ اور اگر یہ خیال اس کے دل میں نہ ہو تو کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ بالفاظ دیگر انسان خوشی اور راحت کے اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جس کی طرف قرآن لیجانا چاہتا ہے۔ اور جس کے باعث وہ دیگر نسل انسانی کے لئے فیض اور بھلائی کا سرچشمہ ہوسکتا ہے۔ الغرض اس سے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک طرف تو اعتقاد اور عمل کے درمیان اور دوسری طرف ایک فرد واحد اور قوم یا سوسائٹی کے درمیان بہت بھاری تعلق ہے۔ اس سورہ میں اس قسم کی صداقتوں کو لوگوں پر ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کی تردید نہیں ہوسکتی۔ اور انکے ذریعہ انسان ہر قسم کی راحت حاصل کرسکتا ہے۔ اور اگر ان کا وجود نہ ہو تو پھر دنیا میں گمراہی اور تباہی کے کچھ نظر آئے +

بےنظیر تحفہ

جو لوگ دماغی محنت کے عادی ہیں ان کیلئے یہ زود اثر منفرد دوائی خالص ست سلاجیت (مومیائی) ازحد درجہ مفید ہے۔ یہ دوائی مقوی اعصاب معدہ و باہ ہے۔ گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے کام ہر زیش۔ درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی جو ریح یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے ہر ایک قسم کی کمزوری کیلئے اکسیر ہے وکلا طلبا اور دماغی کام کرنیوالوں کیلئے مفید ہے تمام دن محنت کے بعد اس کے استعمال سے بہت کم تھکاوٹ ہوتی ہے۔ مرد و زن بچہ بوڑھا ہر موسم میں استعمال کرسکتے ہیں قیمت ۳۲ گولیاں ایک روپیہ (عہ/) علاوہ محصولڈاک۔ خوراک ایک گولی روزانہ ہمراہ دودھ استعمال کریں تاجران ادویات ۲۵ فیصدی کمیشن ملیگی۔ ایجنسی کیلئے تاجر صاحبان درخواست دیں +

مینیجر کارخانہ ست سلاجیت عزیز منزل لاہور

ابتلاؤں میں صبر و توکل

اسلامک ریویو بابت ماہ مئی ۱۹۳۲ء

(از قلم جناب حافظ محمد حسین صاحب بی۔ اے)

تقریباً ہر ایک وعظ اور ہر ایک خطبے و لیکچر میں مختلف قسم کے اخلاق اور نیکیوں کی اصلیت اور انکے فلسفہ پر بحث کیجاتی ہے۔ اور خطیب اپنے سامعین کو پاکیزہ اور پارسایانہ زندگی بسر کرنے کے لئے بڑی دُھواں دھار اور پُرفصاحت تقریروں کے ذریعہ نصیحت کرتے ہیں۔ اور کوئی دن خالی نہیں جبکہ اخلاقی رسالوں اور کتابوں میں اضافہ نہ ہوتا ہو۔ لیکن تعجب ہے کہ باوجود اخلاقی علم ادب کی ترقی کے اور باوجود اس قدر اخلاق کے متعلق غور و فکر کے دُنیا کی اخلاقی حالت دن بدن رو بہ تنزل ہے۔ اس قسم کی تقاریر اور تحریرات اخلاقی جرائم کے لئے گویا اسناد کا کام دے رہی ہیں اور گناہ کا ارتکاب بلا کھٹکا کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بدنتائج پر غور نہیں کیجاتی کہا تو یہ جاتا ہے کہ دُنیا کا قدم ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور ہر ایک فرد بشر پر اور ہر ایک قوم پر تہذیب اپنا اثر ڈال رہی ہے لیکن مہذب دُنیا کا اخلاقی فضا خطرناک قسم کے گناہوں سے پُر ہے۔ شائستہ قوموں کے بڑے بڑے مُدبر جو اپنی اپنی قوم کی نمائندگی کرتے ہیں اور جنکی گردن پر بڑی بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ ہے اپنے اقوال میں نہایت بے تُکے اور اپنے افعال میں از حد لاپرواہ اور بدلحاظ ہیں۔ ان کے دل میں کچھ اور زبان پر کچھ ہے۔ اور جو کچھ اُنہیں کرنا چاہئیے اس کے خلاف کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک وعدہ اور جھوٹھ یعنے دھوکہ ہم معنے و مترادف ہیں۔ کیونکہ ان دونوں میں ذاتی غرض پائی جاتی ہے ہمیں کم از کم تہذیب یافتہ دنیا کی اعلیٰ فلسفی سے یہی سبق ملتا ہے۔ اور افسوس ہے کہ تہذیب کی آڑ میں اس قسم کے جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے کہ جسے ایک وحشی و کندہ ناتراش بھی دیکھ کر کانپ اُٹھے +

میں اپنے مضمون میں اس امر پر بحث کرنا نہیں چاہتا کہ کیوں نصیحتوں اور وعظوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور کیوں لوگوں کے دل پتھر ہو گئے ہیں نہیں اُس بہترین نمونہ اخلاق کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جس کا ذکر اس سادہ اور مختصر ضابطہ قانون میں ہے جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر اُترا۔ اور نہ میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ کس طرح ایک وحشی خونخوار اور جابر قوم اس زمانہ کی مہذب ترین اور اعلےٰ درجہ کی ترقی یافتہ اور نہایت ہی متین قوم بن گئی۔ کیونکہ ان سب باتوں کے متعلق اس رسالہ میں کئی دفعہ لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا میں یہاں صرف صبر کے بارے میں جو ایک خلق ہے لکھ کر بتلانا چاہتا ہوں کہ اگر ایک طرف اس کے متعلق قرآن کریم کے اوراق نہایت صاف اور خوبصورت الفاظ سے مزین ہیں تو دوسری طرف اسلامی تاریخ کے صفحات نہایت خوبی سے ظاہر کرتے ہیں کہ ان الفاظ کی صداقت کی تفریح عملی طور پر کی گئی ہے اس سے دنیا پر ظاہر ہوگا کہ نہایت سلیس اور سادہ الفاظ جب عملی رنگ اختیار کریں تو وہ معجزہ کا کام دیتے ہیں اور تمام نسل انسانی کو پستی سے بلندی کی طرف لیجاتے ہیں +

اس خلق یعنے صبر کے متعلق حکم دیتے ہوئے قرآن مجید یوں کہتا ہے کہ:-

ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ط وبشر الصٰبرین ہ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون (ترجمہ) اور البتہ آزماویں گے ہم تم کو ساتھ ایک چیز کے ڈر سے اور بھوک سے اور کمی مالوں سے اور جان کے سے اور پھلوں کے سے اور خوشخبری دے صبر کرنیوالوں کو وہ لوگ کہ جب پہنچتی ہے ان کو مصیبت۔ کہتے ہیں تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں۔ اور تحقیق ہم طرف اس کی پھر جانے والے ہیں +

اِن سادہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان نے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا ہے

اور سفر و حضر۔ دکھ و سکھ ہر حالت میں اسکی خدمت کرنے کا اقرار بھی کیا ہے۔ اُس مُدعا کو۔ جو اسکی زندگی کا نصب العین ہے پیش نظر رکھ کر وہ اپنا کام شروع کرتا ہے۔ اسلئے کوئی مصیبت۔ کوئی ناکامی کوئی تکلیف اُسے اپنے مطلب کی طرف جانے سے نہیں روک سکتی۔ اللہ تعالیٰ اُسے ان باتوں سے مُتنبہ کرتا ہے جو اُسے منزل مقصود تک پہنچنے سے روکتی ہیں۔ اور اسے کہتا ہے کہ جو دکھ اس کے سامنے آئے اور جو مصیبت اس کے سر پر آپڑے۔ اور جو بلا اس پر نازل ہو اس کا مقابلہ نہایت مضبوطی اور استقلال کے ساتھ کیا جائے۔ اور تمام اپنی طاقتوں اور قوتوں کو نسل انسانی کی خدمت کے لئے خرچ کیا جائے۔ کیونکہ اسی کا نام خدمت الٰہی ہے۔ اور اس خدمت یا محبت الٰہی میں اس قدر غرق ہوجانا چاہئے کہ اپنی مصیبت بھی بھول جائے۔ غم و حزن کے وقت قوت و طاقت اور حوصلہ حاصل کرنے کیلئے ہر ایک مسلمان کے لئے حکم ہے کہ وہ قرآن مجید کے احکام ذیل کو دل پر نقش کرلے۔ یعنے إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (ہم اللہ کے ہیں اور ہم نے یقیناً اسی کی طرف واپس جانا ہے) اس طرح ہر ایک مسلمان کو ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا جو قادر مطلق ہے بندہ ہے۔ اور آخرش اس نے اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اسی کے ہاں اُسے ان تمام باتوں کی جوابدہی کرنا ہے جو خلاف ضابطہ اور خلاف احکام اس نے کی ہیں۔ چونکہ یہ مسلم کی شان سے شایاں نہیں کہ وہ رونے دھونے سے اپنی قوت اور طاقت کو زائل کرے۔ اور چونکہ دنیا کا نظام ہی اس نہج پر واقع ہوا ہے۔ کہ اسمیں ہمیشہ جوڑ توڑ ہوتا رہتا ہے اور کبھی وہ رک نہیں سکتا تو پھر مسلمان کو اس معمولی روش عالم سے ڈرنا نہ چاہئے۔ ممکن ہے کہ بعض اس فلسفہ سے مطمئن نہ ہوں لیکن ان الفاظ کا اثر اور ان کی طاقت ان فصیح بلیغ اور بظاہر دل کو ہلا دینے والے خطبوں اور وعظوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ جو ہر اتوار لیکچراروں اور خطیبوں کی زبان سے نکل کر دل میں کھبنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اپنی تیزی کی وجہ سے کُند ہو جاتے ہیں

میں اب بتلانا چاہتا ہوں کہ ان الفاظ نے قرن اولےٰ کے مسلمانوں پر جن کے اندر قرآنی آیات نے جوش کی آگ بھر رکھی تھی کیا اثر کیا +

ذرہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے دماغ کے سامنے اُس ملک کا نقشہ لاؤ جہاں کے باشندوں نے بالاتفاق بدمعاشی اور عیاشی کی حکومت کی ماتحتی اختیار کر رکھی ہو۔اور کہ جو نہایت ہی شرمناک افعال کے ارتکاب ہی سے ذلت کی طرف بڑھے جاتے ہوں بلکہ اس قسم کے افعال پر انہیں ناز ہو۔اور پھر انہیں خود ہی شہرت بھی دیں۔اور ان میں بُت پرستی نے مذہب کی صورت ہی اختیار کی ہو۔اور اس قسم کی قوم کی چال و چلن کی اصلاح کیلئے یہودیوں اور عیسائیوں نے متواتر پانچ سو سال تک ناخنوں تک کا زور لگایا ہو۔ ملک کی اِس حالت کے درمیان ایک شخص ظاہر ہوتا ہے جس کا کام بالکل نرالا نظر آتا ہے۔اور جو اس قسم کے خیال ظاہر کرتا ہے جو اس کی اپنی قوم کے خیالات سے نہ صرف مختلف ہی ہوتے ہیں۔بلکہ اُن کے ساتھ قومی روایات کو مٹا دینے اور اُن کے بُتوں کو صفحۂ ہستی سے اُٹھا دینے والے ہیں جس کی وجہ سے تمام قوم کی قوم جوش اور غصہ میں آکر اس قدر مخالفت کرتی ہے۔کہ اسکی نظیر تاریخ عالم میں پائی نہیں جاتی۔اگر اس شخص کا ذاتی اخلاق اور چلن اسکی مدد پر نہ ہوتا تو یقیناً اُسے قتل کر دیا جاتا۔لیکن باوجود اس کے کہ اس میں ہر ایک قسم کی خوبی ہے۔اور اس میں شرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اُسے ملامت کیجاتی ہے اُسے گالیاں دیجاتی ہیں۔اور مار پیٹ اور ہر قسم کی ایذا رسانی بھی روا رکھی ہے۔مگر وہ اپنے حالات کو نہیں چھوڑتا اپنی دُھن کا پکا ہے۔اور جب کبھی اُسے موقعہ ملتا ہے وہ خُدا کی وحدانیت اور مستورات کی عزت و توقیر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔اور غلامی سے نفرت۔زنا سے پرہیز اور دیگر اخلاقی بدکاریوں سے الگ رہنے کی تاکید کرتا ہے۔چنانچہ اس کی تعلیم سے متاثر ہوکر تھوڑے سے لوگ اُس کے پیرو ہوگئے اور بعض

مستورات نے بھی اس کے مذہب کو قبول کر لیا۔ یہ دیکھ کر قوم زیادہ بگڑ گئی۔ اور اُس نے دیوانہ وار ہر طرح کی وحشیانہ تکالیف دینا شروع کر دیں۔ چنانچہ عرب جیسے ریتلے ملک میں عین دُھوپ کی شدت کے وقت جھُلستی ہُوئی ریت پر ان چند مُسلمانوں کو ننگے بدن لٹا کر اُن کے سینوں پر بھاری پتھر رکھے جاتے ہیں۔ اور ان کے جسم پر لوہا تپا کر لگایا جاتا ہے۔ اور انہیں اپنا مذہب چھوڑنے کے لئے کہا جاتا ہے لیکن اس موقعہ پر جو جواب وہ مظلوم دیتے ہیں وہ وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا ان کے مُنہ سے سوائے لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کے کچھ اور نہیں نکلتا اسی قسم کی بہت سی تکالیف رسُول عربی صلعم کے متبعین کو دی گئیں۔ اور صرف اس جُرم میں کہ انہوں نے خدا کو ایک مانا اور محمد صلعم کی رسالت پر ایمان لائے ظالم اسمیں کوئی شک نہیں تکلیف دینے کے لئے مختلف اور عجیب راہیں اختیار کرتے ہیں لیکن جس صبر و استقلال سے ان تکالیف اور سزاؤں کو پیغمبر صلعم کے پیرؤں نے برداشت کیا وہ بہت ہی حیران کر دینے والا ہے۔ مرد و زن سر دے ایسے موقعوں پر یکساں استقلال اور خدا کی رضا پر اپنی رضا مندی کا اظہار کیا انسان حیران ہوتا ہے کہ آیا اس قسم کے واقعات رُوئے زمین پر ہوتے ہیں لیکن تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ یہ واقعات حقیقت میں ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے متعلق کچھ یہاں لکھتا ہوں:-

۱۔ عمر کے خاندان کی ایک غلام لڑکی زرینہ نے اسلام قبول کیا۔ عمر اس وقت مشرف باسلام نہ تھا۔ لہٰذا وہ اس کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتا۔ اس لڑکی کو ابُو جہل نے اس قدر زد و کوب کیا کہ اس مصیبت زدہ کی آنکھوں کو سخت نقصان پہنچا اور وہ آخرش اندھی ہو گئی +

۲۔ لبینت بھی ایک غلام لڑکی تھی وہ بھی اسی طرح عمر کے غُصّہ کا شکار ہُوئی۔ اور جب وہ اُس بیچاری کو مارتے مارتے تھک جاتا تو کہتا کہ میں تمہیں رحم کی وجہ سے نہیں چھوڑتا بلکہ اسلئے کہ میں اب تھک گیا ہوں لیکن ہر دفعہ وہ یہی جواب دیتی

کہ خدا میری تکالیف کا تم سے بدلہ لیگا بشرطیکہ تم مسلمان نہ ہوئے +

۳- حضرت بلال مؤذن کو بھی جو کہ اُمیہ بن خلف کا غلام تھا اسکے آقا نے سخت ترین سزائیں دیں اُسے بھی جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر اُس کے سینہ پر بھاری پتھر رکھا گیا۔ اور اُسے اسلام چھوڑنے کے لئے کہا گیا۔ اور اُسے بتایا گیا کہ اگر وہ حکم عدولی کریگا تو اُسے مار دیا جائیگا۔ لیکن اس نازک اور تکلیف کی حالت میں بھی اُسکے مُنہ سے احد یعنے خدا ایک ہے کی صدا سُنائی دی۔ اس پر اس کے آقا نے طیش میں آکر اسکی گردن میں رسّی ڈال دی۔ اور بچوں کے حوالہ کر دیا جو اُسے شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھینچتے ہوئے لیگئے لیکن یہ بیگناہ باآواز بلند اسلام کے بنیادی اصول یعنے اللہ احد۔ اللہ احد کا نعرہ برابر مارتا رہا۔

۴- حضرت محمد صلعم کے ایک مشہور صحابی عمّار کی والدہ سمانا کو بھی ابوجہل نے قتل کر ڈالا اسی طرح اس کے والد یاسر کا بھی ہزارہا قسم کی تکالیف دیکر خاتمہ کر ڈالا +

تاریخ اسلام اس قسم کے خطرناک نظارے بکثرت پیش کر سکتی ہے اور اس کے پڑھنے والا اگر ایک طرف ان وحشیانہ تجاویز اور ظالمانہ کارروائیوں کو دیکھ کر کانپ اُٹھتا ہے جو مسلمانوں کو عذاب دینے کیلئے اختیار کی گئیں تو دوسری طرف اس اولوالعزمانہ صبر و توکل جو معصوم و بیگناہ مظلوموں نے دکھلایا عش عش بھی کر اُٹھتا ہے۔ میں اس جگہ ایک عورت کا حال بطور مثال لکھتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ کس طرح نہایت غیر معمولی استقلال اور صبر ایسے حالات کے ماتحت جو واقعات متذکرہ بالا سے مختلف ہیں دکھلایا۔ مروی ہے کہ ابوطلحہ حضور صلعم کے صحابہ ایک فوج میں بطور سپاہی کام کرتے تھے۔ ایکدفعہ اُنکا اکلوتا بیٹا جبکہ وہ ملازمت پر باہر تھے بیمار ہوگیا۔ بیمار کی والدہ نے اسکی بہت خدمت کی لیکن اسکی تمام کوشش اس بچے کی جان بچانے کے لئے رائیگان گئی۔ اور بچہ اس وقت راہیِ ملکِ عدم ہوا جبکہ اس کے خاوند کے شہر میں پہنچنے کی خبر اُسے ملی۔ اس عورت نے اُسی وقت لاش پر کپڑا ڈالکر اُسے گھر میں ایک طرف رکھ دیا۔ اس کا خاوند تھکا ماندہ اور بھوکھ پیاس کا مارا ہوا

گھر میں داخل ہؤا۔ عورت نے نہایت خوشی و تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا۔ جب خاوند کھانا کھا چکا اور اُسے ذرہ ہوش آیا تو اس نے اپنے لڑکے کی خیر و عافیت کے متعلق دریافت کیا۔ عورت نے اُسے تسلی و تشفی دی یہ کہہ کر بچہ بالکل آرام میں ہے۔ اور اُسے ہر ایک تکلیف سے نجات ہے۔ اس کے الفاظ نہایت ہی پُر معنے تھے۔ چنانچہ خاوند تمام رات سویا رہا مگر بیوی جاگتی رہی۔ دوسرے دن علے الصباح جب ابوطالب نماز کے لئے مسجد کی طرف جانے کو تھا تو اس کی بیوی اس کے پاس آئی۔ اور بڑے اطمینان اور حوصلہ سے اُسے کہا کہ اگر تمہارا کوئی دوست اپنا مال تمہاری حفاظت میں کچھ عرصہ کے لئے چھوڑ جائے۔ اور اس مُدت کے گذرنے کے بعد تم سے اپنا مال واپس مانگے تو کیا تمہیں واپس دینے میں کچھ تامل ہوگا۔ اس کے پرہیزگار خاوند نے جواب دیا۔ کہ ہرگز کسی قسم کا تامل نہیں ہوسکتا۔ اسکی بیوی نے آہ بھری اور چشم پُر آب ہوکر کہا۔ کہ خدا نے ہمارے پیارے بچہ کو جو اس کا مال تھا واپس لیلیا ہے۔ اس پر خاوند نے دھیمی آواز سے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا +

یہ الفاظ گو نہایت ہی سادہ ہیں لیکن ان میں ایک عجیب طاقت ہے اس کی وجہ سے اخلاقی دُنیا میں ایک بھاری انقلاب پیدا ہؤا تھا۔ اور جواب بھی اسی قسم کا تغیر پیدا کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ لوگ تعصب اور جانبداری کی میل سے اپنے دل کو صاف کر کے قرآن شریف کا مطالعہ کریں +

فہرست کتب مسلم بک سوسائٹی

اُسوۂ حسنہ ۸ر + براہین نیرہ ۱۲ر + اُم الالسنہ ۸ر + لمعات انوار محمدیہ ۶ر + سنن بت جلسہ مولود النبی صلعم ۲ر خطبات غربیہ (نمبر اول) مسجد دکنگ کے ابتدائی خطبات ۳ر (۲) توحید و عالی تصوف ۳ر (۳) خطبات عیدین ۳ر (۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب ۳ر (۵) اسلام اور دیگر مذاہب ۳ر (۶) حقوق نسوان ۳ر +

المشتہر منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

قرآن میں اخلاقی تعلیم

اِن اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتای ذی القربٰی وینھٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ ترجمہ تحقیق اللہ حکم کرتا ہے ساتھ عدل کے اور احسان کے اور اپنے قرابت والوں کے اور منع کرتا ہے بیحیائی سے اور نامعقول سے اور سرکشی سے (سورہ ۱۶ - آیت ۹۰) +

علم الاخلاق کے لحاظ سے قرآن مجید اپنی تعلیم کے اندر ایک عجیب خوبی رکھتا ہے یعنے ذہنی اور خیالی اصول بتلانے کی بجائے عملی طور پر ہمیں اخلاقی زندگی کے بارے میں تعلیم دیتا ہے۔ اور چند ایک الفاظ ہی میں روزمرہ کے متعلق ہدایات ذہن نشین ہی کرا دیتا ہے۔ یہ احکام ایسے نفیس اور مختصر ہوتی ہیں کہ ایک معمولی موٹی سمجھ کا انسان اور ایک فلسفی مذاق شخص ہردوان سے تسکین اور تشفی حاصل کرسکتے ہیں قرآن شریف میں بہت سے احکام کو مختصراً بیان کئے گئے ہیں۔ مگر نسلِ انسانی کے اخلاقی پہلوؤں کی تمام باتوں پر وہ حاوی ہیں مثال کے طور پر ہم مذکورہ بالا آیت ہی کو پیش کرتے ہیں۔ رسولکریم صلعم ہمیشہ جمعہ کے خطبہ میں اُسے پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ کے تتبع میں آج تک ہر جمعہ کی نماز میں مسلمانوں کو یہ سنائی جاتی ہے +

اس آیت میں مسلمانوں کے لئے حکم ہے کہ تین چیزوں کو عمل میں لائیں اور تین ہی چیزوں سے پرہیز کریں۔ ان کے لئے ارشاد ہے۔ اول دوسروں کے ساتھ میل جول اور برتاؤ میں انصاف اور عدل کو مدنظر رکھا جائے۔ دوسرا لوگوں کے ساتھ عملی رنگ میں مروت اور مہربانی کی جائے۔ اور تیسرا اُن کے

ساتھ اِس طرح سلوک کیا جس طرح اِنسان اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ کرتا ہے۔ اِن تین خوبیوں یا اعمال صالحہ کے بالمقابل تین بدلیوں سے بچنے کے لئے بھی ہر ایک مسلمان سے لئے حکم دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ وہ تمام بداخلاقیوں اور گندے عملوں سے دور رہے۔ دوم یہ کہ دوسروں کے حقوق کو غصب نہ کرے۔ یا انہیں کسی طرح دکھ و تکلیف نہ دے۔ اور سوم یہ کہ جسطرح وہ اپنے تعلقداروں سے ساتھ حسن سلوک اور ان پر عنایات کرتا ہے۔ اسیطرح اِس نیکی کے مقابل میں سب سے بڑی بدی یا شرارت سے بھی پرہیز کرے۔ وہ بدی جس کا اس آیت کے اخیر میں ذکر ہے کسی سوسائٹی کے قائم شدہ نظام کو درہم برہم کرنا ہے۔ جسے بالفاظ دیگر سرکشی یا بغاوت کہتے ہیں +

اگر تمام دنیا اس ایک ہی آیت پر عمل کرے تو پھر تمام تکالیف و فسادات اور تمام قسم کے اخلاقی اور رُوحانی جرائم فوراً صفحہ ہستی سے مٹ سکتے ہیں۔ لہٰذا ہر جمعہ کی نماز کے وقت اس کے پڑھنے کا عمل نہایت ہی قابل تعریف و تحسین ہے۔ جیساکہ اُوپر لکھا گیا ہے اس آیت کا پہلا حصہ ایسی خوبیاں اور ایسے نیک اخلاق سکھاتا ہے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو ہمیشہ کی راحت حاصل ہو سکتی ہے یعنے ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتائ ذی القربیٰ۔ اِس آیت کے رُو سے ہمیں حکم ہے کہ ہم سب سے اول عدل و انصاف اپنا شعار بنا لیں یعنے ہر ایک شخص کا حق اُسے پہنچایا جائے۔ اور اگر کوئی ہم پر مُروّت کرے تو اُس کے بدلے میں اس کے ساتھ مُروّت اور لُطف کیا جائے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مہربانی ہم پر کرے تو اُسے اس کا معاوضہ دیا جائے۔ یہ قاعدہ بہت ہی مناسب اور واجب ہے لیکن یہ اعلیٰ درجہ کے اخلاقی اصولوں کی فہرست میں نہیں آسکتا۔ یہ آپس میں ایک قسم کا لین دین کا سا معاملہ ہے لیکن کلام پاک نہیں چاہتا کہ ہم اسی حد تک ٹھیرے رہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم ایک قدم آگے بڑھیں اور انصاف سے کچھ زیادہ کریں یعنے احسان اور مروت بھی دکھائیں عدل کا

منشاء تو یہ ہے کہ نیکی کے بدلے میں نیکی کی جائے لیکن احسان میں وہ تمام نیک اعمال شامل ہیں۔ جو بغیر کسی معاوضہ کے کئے جاتے ہیں۔ محسن دوسروں کے ساتھ بھلائی خود بخود کرتا ہے اور اُس کا عمل کسی ایسے نیک سلوک کے معاوضہ میں نہیں ہوتا جو اس کے ساتھ کیا گیا ہو۔ لیکن یہ دوسری خوبی (احسان) بھی ایک طرح سے خام ہے۔ گو احسان کرنیوالے نے احسان بلا کسی معاوضہ کے ہی کیا ہو۔ تاہم وہ اس شخص سے جس کے ساتھ مروّت کی گئی ہے۔ کم از کم اخلاقی طور سے شکریہ کے معاوضہ کی اُمید کر لیتا ہے۔ اور اس کا دل چاہتا ہے۔ کہ وہ اس کا شکریہ ادا کرے۔ اور اگر وہ احسان فراموشی کرے تو محسن کے دل میں رنج پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اُسے اپنے احسان کی یاد دہانی بھی کرا دیتا ہے۔ پس اگر عدل و انصاف کی صورت میں ہم نیکی کے عوض نیکی کرتے ہیں تو احسان کی حالت میں بھی ہم معاوضہ بصورت شکریہ طلب کرتے ہیں۔ لیکن قرآن پاک کا منشاء ہے کہ ہم اس حد سے بھی بالاتر ہوں۔ ہم اپنے دلوں سے کسی معاوضہ یا شکریہ کی خواہش کو بھی نکال دیں۔ اور دوسروں سے بھلائی من وجہ بھلائی کریں۔ اور یہ ایک ایسا حکم ہے۔ جو ممکن التعمیل بھی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ والدین اپنے بچوں سے اسی طرح کرتے ہیں۔ اور نیک نہاد لوگ بھی اپنے والدین اور دیگر خویش و اقارب کے ساتھ بلا کسی معاوضہ یا طلب شکریہ کے مروت کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے قرآن شریف میں اس بڑی بھاری نیکی کو ایتائ ذی القربیٰ کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ پس قرآن مجید نے نیکیوں کے تین درجے کر دیئے ہیں ہمیں نہ صرف عدل اور احسان ہی کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس کا بھی فرمان ہے کہ دوسروں کے ساتھ اسی طرح محبت کریں جس طرح ہم اپنے خویش و اقارب سے کرتے ہیں +

یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ان اعلیٰ نیک صفات کو اظہار میں لاتے وقت ہمیں رنگ اور مذہب کی تمیز کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ مثلاً اس آیت میں سب سے ادنےٰ درجہ خوبی کا انصاف بتلایا گیا ہے۔ انصاف کیلئے کسی مذہب و

فرقہ کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ پس اگر ادنے درجہ کی خوبی کے لئے کوئی حکم ہے تو قرآن شریف کی اصطلاح کے مطابق اس سے بڑھیا خوبی کے بارے میں وہی حکم بوجہ احسن قرار دیا جاتا ہے۔ انصاف کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ترجمہ۔ نہ باعث ہو تم کو دشمنی کسی قوم کی اُوپر اس بات کے کہ نہ عدل کرو۔ عدل کرو وہ بہت نزدیک ہے واسطے پرہیزگاری کے۔ اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ خبردار ہے ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو (سورہ ۵ آیت ۸)

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہے۔ کہ وہ ان لوگوں ساتھ بھی انصاف کا برتاؤ کریں۔ جن سے اُن کی دشمنی ہے۔ اس لئے ان کی راہ میں دوسروں کے ساتھ انصاف کرنے میں کسی قسم کی عداوت یا باہمی جھگڑے کی وجہ سے رُکاوٹ پیدا نہ ہونی چاہئے +

الغرض آیت زیر بحث میں ان تین نیک صفات کے متعلق تو کسی قسم کی شرط یا حدبندی قائم نہیں کی گئی۔ اور مسلمانوں سے اُمید کی جاتی ہے۔ کہ بلا لحاظ مذہب و ملت دوسروں سے برتاؤ کے وقت وہ ان کا اظہار کرینگے۔ خواہ فریق ثانی مسلم ہو یا غیر مسلم۔ اسی آیت کے دوسرے حصہ میں ان بُرائیوں کا ذکر ہے۔ جن سے ہر ایک مسلمان کو دوسرے لوگوں کے ساتھ میل جول کرتے وقت بچنا چاہئے۔ قوانین ہمیشہ تین حصوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک ملک کا ضابطہ فوجداری کی بنا انہیں حصوں پر رکھی جاتی ہے۔ حصہ اول میں ان اخلاقی اصولوں اور قوانین پر بحث کیجاتی ہے جن کا تعلق ہر ایک شخص کی ذات سے ہی ہوتا ہے۔ اور یہ اسلئے وضع کیئے جاتے ہیں کہ تا لوگ ان گناہوں اور بدیوں سے پرہیز کریں جن کا اثر اُن کی اپنی ذات پر ہی ہوتا ہے حصہ دوم میں وہ قوانین رکھے جاتے ہیں جن کے ذریعہ سوسائٹی میں ایکدوسرے

کے حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور اُن کا تعلق انسان کی ذات۔ زندگی اور جائداد سے ہوتا ہے لیکن ان ہر دو قسم کے قوانین کا نفاذ اُسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ اُن کے نافذ کرنے والوں کی عزت اور اُن کے حقوق کی حفاظت کیلئے بھی قوانین ہوں۔ یعنے جن سے حکومت وقت کا رعب و حکم قائم رہ سکے۔ اور یہ آخرالذکر قوانین ضابطہ کا حصہ سوم کہلاتے ہیں۔ بس یہی تین مدّین ہیں جن کے ماتحت تمام قوانین فوجداری اور تعزیری کی بحث ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید بھی انہیں تین قسم کے قوانین کا ذکر اس آیت میں کرتا ہے:۔

پہلی بدی چنانچہ فحشا ہے جو ان بُرے افعال کی طرف اشارہ کرتی ہے جو انسان کے ذاتی اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسری بدی جس سے روکا گیا ہے۔ منکر یعنے ایسے افعال جن کی وجہ سے ہمارے ہمجنسوں کو نقصان پہنچتا ہے تیسری اور آخری بدی بغی ہے اسکی نسبت حکم نظام سوسائٹی یا سلطنت کا مقابلہ نہ کیا جائے اور اس کے خلاف علم بغاوت کھڑا نہ کیا جائے +

بس قرآن شریف نے ان تین بدیوں کو جن کا بہت بھاری اثر ہمارے اخلاق پر پڑتا ہے منطقیانہ ترتیب سے پیش کیا ہے۔ پہلی بدی کا اثر خود بدکُن کی ذات ہی پر ہوتا ہے۔ دوسری کا اثر سوسائٹی کے دیگر افراد تک پہنچتا ہے۔ اور تیسری کی وجہ سے تمام قوم یا سلطنت کا امن اور نظام خلل پذیر ہوجاتا ہے +

اگر کوئی شخص مذہبی کُتب کا یا بڑے بڑے مشہور مصنفین کی کتابوں کا جنہیں اخلاقی مضامین پر بحث ہو مطالعہ کرے تو وہ یقیناً قرآن مجید کو بحیثیت ایک اخلاقی ضابطہ کے بینظیر قرار دیگا۔ اور اُسے سوائے اس کلام آلہی کے کسی جگہ بھی اخلاقی اصُول اور تعلیم پر اس قسم کی نفاست اور خوبی سے بحث نظر نہ آئیگی۔ کہ جو انسان کی زبان سے بیساختہ کلمہ تعریف نہ نکلوا سکے +

اسلام اور بت پرستی

(از قلم جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ)

مسلمان کیوں مسئلۂ تثلیث کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ اسکی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلے کی بنیاد انجیل پر نہیں ہے۔ اور دوسرے یہ کہ یہ مسئلہ سراسر عقل اور سمجھ کے خلاف ہے۔ ایک عیسائی معافی چاہنے والے کو اگر یہ کہا جائے کہ تمہاری زندگی اسبات پر منحصر ہے کہ تم پرانے یا نئے عہدنامہ میں سے الوہیتِ مسیح اور مسئلہ "تثلیث کو ثابت کر دکھاؤ۔ تو اس سے بڑھ کر بدبخت اور نامراد شخص شاید دنیا میں اور کوئی نہ ہوگا +

عیسائیت کے شروع شروع کے زمانے میں الوہیت مسیح کا کوئی وجود نہ تھا یا کم از کم اس کی تعلیم نہیں دیجاتی تھی۔ جسٹن مارٹیر (Justin Martyr) جس نے دوسری صدی عیسوی کے آغاز میں ہی کتابیں لکھی ہیں وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کا مرتبہ دیا۔ مگر یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ وہ مذہب عیسوی قبول کرنے سے پہلے ایک فلاسفر تھا۔ چنانچہ عیسائی ہونے کے بعد بھی اس کے اکثر خیالات اور عادات وہی رہیں جو کہ پہلے تھیں۔ مگر پھر بھی وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے کی ان الفاظ میں عذرخواہی کرتا ہے "۔ یہ بات (یعنی مسیح کا خدا کا بیٹا ہونا) ان (پہلے زمانے کے) لوگوں کے لئے کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ بات مانتے چلے آتے ہیں۔ کہ جیو پیٹر (Jupiter) یونانی دیوتا کے کئی بیٹے ہیں "

ایک اور جگہ لکھتا ہے:-

مسیح اپنی عقل اور دانائی کی وجہ سے خدا کا بیٹا کہلانے کے لائق ہے چاہے وہ انسان ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوسرے یہ کہ کافر لوگ بڑے خدا جیوپیٹر کو

دوسرے دیوتاؤں اور بعض انسانوں کا باپ مانتے ہیں۔ اگر مسیح ایک غیر معمولی طریقے سے عقل اور دانائی کا خُدا مان لیا جائے۔ جیسا کہ لوگ مرکری دیوتا کو عقل کا خدا مانتے ہیں۔ تو یہ بڑے خدا کی مرضی کے عین مطابق ہے"۔

مگر اس مسئلہ تثلیث کی شہرت اس وقت ہوئی جبکہ کونسل آف نائس ۳۲۵ء عیسوی میں منعقد ہوئی جس کے بعد اس امر کا باضابطہ اعلان کیا گیا کہ کونسل کے فیصلے کے بعد بھی ہیلیری (Hilary) نے بارہ جلدیں مسئلہ تثلیث کے متعلق لکھیں اور اُن میں یہ جتلایا کہ یسوع مسیح کا باپ ہی اصل میں ایک حیّ و قیّوم خُدا ہے۔ اور سچّا خُدا کہلانے کا صرف وہی مستحق ہے۔ یہاں تک کہ کونسل آف نائس میں بھی اس بات کا اعلان نہیں کیا گیا تھا کہ تثلیث میں کا ہر ایک خدا حیّ و قیّوم اور خود پیدا شدہ ہے۔ لفظ تثلیث کی اصطلاح بھی بہت مدّت بعد اسکندریہ کے ایک شخص کلیمنٹ (Clement) نے ایجاد کی۔ مگر پھر بھی اُس نے اپنی تمام کتابوں میں صرف اس لفظ کو ایک دفعہ لکھا ہے۔ اور وہ بھی صرف ان تینوں ہستیوں کے آپس کے رشتۂ امید خیرات ایمان اور نیکیوں کے ظاہر کرنے کے لئے نہ کہ تین ایک اور ایک تین کے لاینحل عقدہ کو بیان کرنے کے لئے۔ اور یہ کونسل آف چلسیڈون کے موقع پر تھا۔ جو کہ ۴۵۱ء میں منعقد ہوئی۔ کہ موجودہ زمانے کا مسئلہ تثلیث اپنی تکمیل کو پہنچا مگر تب بھی عیسائیت کے ایک سے زیادہ فرقوں نے اس کی سخت مخالفت کی۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں ملک عرب میں اور عیسائی گرجوں میں بُت پرستی اپنے زوروں پر تھی۔ عرب لوگ اگرچہ خدا کی بڑائی اور طاقت کے قائل تھے مگر پھر بھی وہ لکڑی اور پتھر کے بُتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اور انسانی قربانی کی وحشیانہ رسم بھی ان میں رائج تھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبد اللہ بھی اسی قربانی کی بھینٹ چڑھنے لگے تھے۔ مگر سو اُونٹوں کی قربانی کرنے پر اُن کی جان بچی (یعنے ان کے بدلے سو اُونٹ

قربان کر دیئے گئے) اس کا قصہ یوں ہے ۔ کہ عبدالمطلب جو کہ نبی کریم صلعم کے دادا تھے ۔ انھوں نے خانہ کعبہ میں جو کہ اُس وقت بجائے خانۂ خدا ہونے کے دیوتاؤں اور بُتوں کا مندر بنا ہُوا تھا ۔ بُتوں کے آگے یہ قسم کھائی کہ اگر وہ دس بیٹوں کا باپ ہو جائے تو وہ ان میں سے ایک کو بُتوں کی قربانی چڑھا دیگا ۔ خدا کی قدرت کہ اسکے دس بیٹے ہوئے ۔ دسواں یعنی سب سے چھوٹا بیٹا عبداللہ تھا ۔ اور وہی باپ کو سب سے زیادہ عزیز تھا ۔ عبدالمطلب نے قسم کے پُورا کرنے کو ملتوی کر دیا ۔ مگر آخر اس کو پُورا کرنا تھا ۔ کیونکہ دیوتاؤں کے سامنے کی قسم کھائی ہوئی ایسی آسانی سے نہیں توڑی جا سکتی تھی ۔ آخر ایک دن عبدالمطلب اپنے دسوں بیٹوں کو خانۂ کعبہ میں لے گئے ۔ اور اُن کے نام الگ الگ تیروں پر لکھے گئے ۔ تاکہ قرعہ ڈال کر معلوم کریں کہ کس کو قربان کیا جائے ۔ خدا کی قدرت قرعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ کے نام پڑا ۔ ایسا لکھا ہے کہ آپ کی بہنیں آپ سے لپٹ کر رونے لگیں ۔ اور عبدالمطلب کی منتیں کیں کہ ان کی جان بخشی کر دی جائے ۔ غم زدہ باپ نے پھر ایک نئی قسم کھائی ۔ کہ وہ اپنے لختِ جگر کی جگہ دس اُونٹ قربان کر دیگا اگر قرعہ بھی اُس کے موافق پڑے ۔ چنانچہ پھر قرعہ اندازی کی گئی مگر اب کی دفعہ بھی قرعہ عبداللہ کے نام ہی پڑا ۔ اب اُونٹوں کی تعداد بیس کر دی گئی مگر پھر حضرت عبداللہ ہی کا نام نکلا ۔ چنانچہ آٹھ دس دفعہ قرعہ تیس چالیس پچاس ساٹھ ۔ ستر ۔ اسی ۔ نوے اُونٹوں اور حضرت عبداللہ کے درمیان ڈالا گیا ۔ مگر ہر دفعہ یہی قرعہ نکلا کہ عبداللہ کی قربانی کر دی جائے ۔ سب نا اُمید ہو گئے ۔ مگر جب قرعہ سو اونٹوں پر ڈالا گیا ۔ تب اُونٹوں کی قربانی کا تیر نکلا ۔ چنانچہ سو اونٹوں کی قربانی کر دی گئی ۔ اور اُن کا گوشت غریبوں میں تقسیم کر دیا گیا ۔ اور حضرت عبداللہ واپس اپنے والدین کے پاس چلے گئے ۔ اس وقت کس کو خبر تھی ۔ کہ اسی بچے نے کسی دن اُس عظیم الشان حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ بننا ہے +

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی غرض یہی تھی کہ اُس بُت پرستی کو جس میں ہُودی

عیسائی مُشترکین تمام کے تمام مُبتلا تھے جڑ سے اُکھاڑ کر پھینکدیں۔ اور ایک خُدائے واحد کی عبادت کو دُنیا میں قائم کریں۔ اور اسکی وحدانیت کو ثابت کریں۔ اور مُشرکین کو سچائی کے رستے پر لائیں۔ مگر یہ آپ جانتے تھے کہ یہ کام بہت دُشوار ثابت ہوگا۔ اگر پہلے بُت پرستی کو کامل طور سے برباد نہ کردیا جائیگا۔ مذہب اسلام کے قائم ہونے کے کچھ مُدت بعد تک بھی مسلمان اپنی مفروضہ نمازیں بیت المقدس کی طرف مُنہ کرکے ادا کرتے تھے۔ یہ اس غرض سے بالکل نہ تھا۔ کہ یہودیوں کو اپنے ساتھ ملالیں جیسا کہ بعض مُورخوں نے لکھا ہے مگر یہ دستُور ترک کردیا گیا۔ اور کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے کا حُکم دیدیا گیا۔ جُونہی کہ خانہ کعبہ سے وہ بُت جنہوں نے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیلؑ کے تعمیر کردہ خانۂ خدا کو مُدتوں ناپاک رکھا تھا۔ باہر پھینکدئے گئے۔ اور عمارت پھر نئے سر سے پاک کردیگئی +

اِس طرح اِسلام نے اِنسان کو اپنی عزت اور غیرت کی طرف اور صرف ایک ہی واحد خدا کی عبادت کی طرف مُتوجہ کیا۔ اور نہ صرف اس کو مذہب ہی ایسا دیا بلکہ اس کا کیریکٹر بھی ویسا ہی بنادیا۔ اور یہی نجات کا بُنیادی پتھر ہے۔ اسلام اِنسانی قُربانی اور کفّارہ نہیں سکھاتا۔ بلکہ اِنسان کو اپنے نفس کی قُربانی کرنا سکھاتا ہے۔ جو کہ ایک نہایت معقُول خدمت ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بھی بہت مقبُول ہے۔ والدین بوڑھے آدمیوں اور غریبوں کی تعظیم اور عزت کرنا مسکینوں غریبوں کی حاجات کو پُورا کرنا اور یتیموں کی رکھوالی کرنا۔ ہر ایک مسلمان کا ایک پاک فرض ہے۔ اور ان باتوں کے متعلق قرآن مجید میں جابجا احکام آئے ہیں +

پادری ٹی۔ پی۔ ہیوجز آف دی چرچ مشنری سوسائٹی لکھتا ہے۔ اُسلام کی کمزوریاں چاہے جو کچھ بھی ہوں۔ مگر سلیم الطبع قارئین کو۔ جو کہ اسلامی قوموں کے حالات سے واقف ہیں۔ یہ بات ضرور ماننی پڑتی ہے کہ

غریبوں اور مسکینوں کی روزی کا انتظام اسلام نے نہایت احسن طریق پر سر انجام دیا ہے۔ اسلامی ممالک میں عیسائی پروٹسٹنٹ ممالک کے بیہودہ طریق کے مطابق کوئی غریبوں کے لئے ورک ہوس نہیں ہیں"+

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت اور اسلام کے عروج اور ترقی پر ایک سرسری نظر کرنے والا طالب علم بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مذہب کی اصلیت اور صداقت اور آپ کے جوش وخروش اور اسلام کی اشاعت میں جرأت اور دلیری کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا +

گذشتہ زمانے کے پیغمبروں اور مذہبی مصلحوں کی طرح آپ پر بھی جھوٹے بہتان اور الزام لگائے گئے۔ جن میں سے بعض آج تک بھی باقی ہیں۔ آپ کو مجذوب اور مجنون کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ تمام وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں کوئی بھی قابل تعریف نیکی اور خوبی کے کام کئے ہیں ہمیشہ دیوانے اور مجنون کے لقب سے ہی ملقب کئے گئے ہیں۔ مگر ان سچائی اور راستی کے بہادر جنگجوؤں کی موت تک ہی یہ لقب ان کے نام کا ساتھ دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی موت کے بعد لوگ انہیں کو ہیرو زیا پیغمبر مان لیتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی وہی پیش آیا جو کہ آپ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ ہوا۔ اگرچہ آپ کے ساتھی۔ اور ہموطن لوگ آپ کی حین حیات میں ہی آپ کو "الصادق" اور "الامین" کے القاب سے یاد کرتے تھے۔ مگر جو آپ سے ناواقف تھے انہوں نے یا نوجان کر یا جہالت سے آپ کی تعلیم کو غلط طور پر سمجھا۔ چنانچہ مشہور مؤرخ کارلائل (Carlyle) لکھتا ہے "تمام وہ جھوٹے بہتان جو کہ لوگوں نے نہایت جوش وخروش سے آپ پر لگائے ہیں اُلٹ کر انہی پر پڑتے ہیں"۔ اسلام کے مخالف شاید اسلام کے متعلق جھوٹے قصے اور افسانے مشہور کرتے کو ہی اپنی سعادت دارین سمجھتے ہیں اور پروٹسٹنٹ گرجے کے پرجوش عیسائیوں نے خاص طور پر اس طریق کو اپنا

وطیرہ بنالیا۔ اور شاید یہ ذلیل طریق ہی سیل (Sale) کی اس اُمید کو پاش پاش کردینے کے لئے کافی ہے۔ کہ اسلام کی تباہی پروٹسٹنٹ گرجے کے ہاتھوں ہونی لکھی ہے +

جسمانیات اخلاق رُوحانیات

رُوحانیت ایک ایسا لفظ ہے۔ جس پر مختلف مذاہب وانواع خیال میں بڑا زور دیا جاتا ہے۔ اور فی الحقیقت یہ اس قابل بھی ہے کہ اس کو انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ ترین قرار دیا جائے۔ بکرات و مرات ہم اس دل خوش کن لفظ کو مختلف پیرایوں میں سُنتے ہیں۔ اور کُتب اخلاق بھی اس کے تذکرہ سے لبریز ہیں۔ مگر سوال تو یہ ہے۔ کہ اس دلکش لفظ کا مفہوم حقیقی کیا ہے۔ اور کہاں تک اس کے مدعیان نے اس کو سمجھا ہے۔ بدقسمتی سے جسقدر کثرت سے اس کا استعمال کیا جاتا ہے اُسی قدر کم اس کی کیفیت کو سمجھنے میں کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ تمام کُتب مُقدسہ سوائے قرآن شریف کے اس کے متعلق یا تو بالکل خاموش ہیں اور یا نہایت ہی دُھندلا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اُن میں وہ قوانین پائے جاتے ہیں جن پر قدم مار کر یہ نصب العین حاصل ہوسکتا ہے۔ برعکس اس کے فرقان حمید نہ صرف کیفیت رُوحانی کا حقیقی نقشہ کھینچتا ہے۔ بلکہ وہ آسان سے آسان راستے بھی بتلاتا ہے جن پر چلکر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں +

قبل ازیں کہ ہم لفظ رُوحانیت کا اسلامی مفہوم اُن کی خوبصورتی اور سادگی بیان کریں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ناظرین کی توجہ ایک عام خیال کی طرف مبذول کریں جو جسم اور رُوح کے باہمی تعلق کی نسبت مُروّج ہے۔ اور جو بہت حد تک لفظ رُوحانیت کے مفہوم کو غلط سمجھنے کا ذمہ وار ہے جسم اور رُوح

کو دو اس قسم کی علیحدہ ہستیاں خیال کیا جاتا ہے۔ جو ایکدوسرے سے انقطاع کُلّی رکھتے ہیں۔ اور جسم کے تیار ہو جانے پر رُوح اس طرح پر داخل کیجاتی ہے جسطرح ایک پنجرے میں پرندہ۔ اس خیال باطل کا لازمی نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ انسان کے وہ عملیات جو جسم سے وابستہ ہیں انہیں حیوانیت سے وابستہ سمجھ کر مضر روحانیت قرار دیا گیا۔ گویا کہ ایک ہی قلب انسان میں دو ایسے خانے ہیں جو ایکدوسرے سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ حصُولِ رُوحانیت اس وقت ممکن ہے۔ جب اس کا ہمسر یعنے جسمانیات کو بکُلّی کچل دیا جاوے یعنے ایک کی نیستی سے دوسرے کی ہستی کا راز وابستہ ہے۔ اور اسلئے یہ سمجھا گیا ہے کہ معراج رُوحانیت تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے کہ خواہشات وجذبات کو جس کا مبدا جسمانیات ہیں مار کر رہبانہ زندگی اختیار کی جائے۔ کیا ہی غیر معقول اور خلاف فطرت خیال ہے۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ قلب انسانی ایک واحد چیز ہے۔ اور ہرگز ایسے دو حصوں میں منقسم نہیں ہے جو ہر آن باہم مشت و گریبان رہتے ہیں۔ رُوح کوئی بیرونی چیز نہیں ہے۔ جو قالب انسانی کے تیار ہو جانے پر اسمیں حلول کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ تو سالمات برقی سے لے کر انسان تک ارتقاع مادہ کی ہر ایک منزل پر اس کے دوش بدوش رہتا ہے۔ اسلامی خیال کے مطابق رُوح نتیجہ جسم ہے۔ یا بالفاظ دیگر مادہ کی پیدائش۔ مادہ کی ابتدائی حالت میں بھی جو سالمات برقی کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو بالآخر بیشمار اعمال انتخاب کے ذریعہ بتدریج طبقۂ انسانی تک ترقی کرتے ہیں وہ چیز جس کو رُوح کہتے ہیں ایک بیج کی حالت میں موجود ہے جو مادہ کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی ہوئی انسان میں درجۂ تکمیل تک پہنچتی ہے +

نفس الحقیقت دو علیحدہ اور متضاد کیفیتیں نہیں ہیں کہ ان میں اتحاد بالکُل ناممکن ہو۔ اگر ان دو کی درمیانی حالت یعنے کیفیت اخلاقی پر جو ہر دو کو بمنزلۂ حلقہ منسلک ہے غور کیا جاوے تو صاف معلوم ہو گا۔ کہ یہ تینوں ایک ہی چیز کی تین مختلف کیفیات ہیں۔ اور یہ بھی روشن ہو جائیگا۔ کہ رُوحانیت کے لئے جسمانیات

ایک ضروری میدانِ عمل رہے ہیں جس کے بجز اول الذکر کی نشو و نما ہرگز ممکن نہیں جس حالت کا نام حالتِ اخلاقی ہے۔ اسکی بعض کیفیات جسمانیات کی شائستہ صورتیں ہیں۔ اور بعض اور جو شائستگی میں بڑھ کر ہیں عین رُوحانیت ہیں۔ یعنے روحانیت درحقیقت جسمانیات کی ایک نہایت ہی شُستہ حالت کا نام ہے۔ اسکی تشریح کے لئے ہم اس امر پر غور کریں گے کہ ہمارے تمام فعال کی ذمہ دار ہماری بعض خواہشات ہیں جن سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ چیز میری ہے اور وہ تیری۔ یہ خواہشات جسمانی انسان اور حیوان ہر دو میں مشترک ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ جب حیوان میں مشتعل ہوتی ہیں۔ تو ہر ایک پہلی چیز کو جو میسر ہو اپنی بھڑک بجھانے کے لئے استعمال کرتی ہیں بلا لحاظ اسبات کے کہ یہ چیز کس کی ہے۔ بنی نوع انسان میں بھی تاحال ایسی اقوام موجود ہیں جو اس لحاظ سے حیوانات سے مشابہت رکھتے ہیں وہ اپنی خواہشات کو اول ترین چیز سے جو ان کے راستہ میں آوے پورا کرتے ہیں خواہ وہ کسی کی کیوں نہ ہو۔ ہماری خواہشات کی یہ حالت حیوانی ہے مگر جُوں جُوں شعور ذاتیہ بڑھتا جاتا ہے میرے اور تیرے میں تمیز پیدا ہوتی ہے اور تب انسان سطح اخلاقی پر قدم رکھتا ہے۔ کیونکہ حالت اخلاقی کا تقاضا صرف اس قدر ہے کہ اپنی اور غیر کی چیز میں تمیز کرکے دوسروں کے حقوق کی عزت کی جاوے حالت حیوانی و اخلاقی میں فرق یہ ہے کہ ایک میں خواہشات اندھی ہوتی ہیں۔ اور اس واسطے میرے اور تیرے کے درمیان تمیز نہیں کرسکتیں۔ مگر دوسری میں خواہشات شعور ذاتیہ کی روشنی سے منوّر ہوکر اس تمیز کے قابل ہوجاتی ہیں۔ اور اس حالت میں دوسروں کی حق تلفی کا محض خیال بھی باعثِ تکلیف ہوتا ہے لیکن اِس سطح اخلاقی کو سطح رُوحانی سے مشتبہ نہیں کرنا چاہئے بسا اوقات اس حالت کو غلطی سے رُوحانیت سمجھ لیا جاتا ہے بلاشبہ رُوحانیت ایک اُونچے پیمانے پر اخلاق کا ہی نام ہے مگر بہت بالاتر اور بالکل مختلف۔ اخلاق کی حد تو صرف یہانتک ختم ہوجاتی ہے جب خواہشات نفسانی کے لگام کو اس قدر کھینچ کر رکھا جاوے کہ انکی تسکین

کیلئے حقوقِ غیر پر دست درازی نہ ہو سکے۔ مگر رُوحانیت کا نصب العین اس سے بلند ہے۔ یہ انسان کو اُبھارتی ہے کہ اپنے اغراض غیر کے مفاد کیلئے قربان کرے۔ یہ عالم رُوحانیت کا ابتدائی مرحلہ ہے جو ترقی کرتے کرتے یہ نوبت پہنچ جاتی ہے کہ انسان اپنی تمام زندگی اور کاروبار بنی نوع انسان اور تمام کائنات کی خدمت کیلئے وقف کر دیتا ہے یہ وہ سطح مُرتفع ہے۔ جہاں سے انسان کی نظر صرف اپنی ذات۔ قوم یا نوع تک ہی محدود نہیں رہتی۔ بلکہ ذرہ ذرہ کائنات کو اپنے دائرہ دلچسپی کے اندر لے لیتی ہے بالفاظ دیگر وہ اپنے مفاد کو مفادِ عالم کے ساتھ وابستہ کر لیتا ہے۔ اور یہ وہ معراجِ رُوحانیت ہے جس پر پہنچ کر انسان اس شاعر کا ہم نوا ہوتا ہے جس نے کہا ہے ؎

ازاں قفس بپریدم بروے کُونیا نام   کنوں بکنگرۂ عرش جائے ما باشد

اس مقام پر کھڑا ہو کر انسان پروردگارِ عالم کے بارانِ رحمت کا مہبط بن جاتا ہے کیونکہ وہ اُسکی مخلوق کی خدمتگزاری کیلئے ایک آلہ بنا دیتا ہے۔ وہ خداوند تعالیٰ کا وصال حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف پاتا ہے۔ کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک رنگ کا شرکتِ مقصد پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنے مخلوق کی بہبودی کا خیال رکھنا۔ یہی وہ مقام ہے جس کی طرف قرآن کریم "الرحمن علم القرآن" میں اشارہ کیا ہے۔ یعنے جب انسان اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت سے رنگین ہو جاتا ہے (رحمانیت وہ صفت ہے جو بلا معاوضہ و استحقاق تمام وہ ضروریات مہیا کرتی ہے جن سے مخلوق کی زندگی وابستہ ہے) تو وہ نزولِ الہامِ الٰہی کے لئے موزونیت پیدا کر لیتا ہے

خلاصۂ کلام انسان حالاتِ جسمانی کے زیر اثر ہوتا ہے۔ جبکہ اُسکی ہمہ تن کوشش صرف اسلئے ہو کہ اندھا دُھند اپنی خواہشات کو پُورا کرے خواہ اُس سے کسی اور کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ شیرخوارگی کے بعد یہ حالت بچہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اسمیں اخلاقی جھلک پیدا ہو جاتی ہے۔ جب وہ میرے اور تیرے میں تمیز اور دوسروں کے حقوق کی عزت کرنے لگتا ہے لیکن عرش رُوحانیت پر پرواز کرتا ہے۔ جبکہ وہ اپنی خواہشات کی تسکین کے تمام اسباب مخلوق خدا کی بہبودی کے لئے بطیب خاطر قربان کرنے کا عادی

ہو جاتا ہے۔ لہٰذا رُوحانیت اِس کا نام نہیں ہے کہ خواہشات حیوانی کو مٹا دیا جاوے یہ تو بمنزلۂ خودکشی کے ہے۔ اور نہ ہی رُوحانیت چند ملائم اخلاق کا مجموعہ ہے جیسے علی العموم خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کا راز اس امر میں مُضمر ہے کہ جذباتِ فطری کو قواعد کے ماتحت مُنضبط کیا جاوے۔ افراط و تفریط سے بچا کر میانہ روی کی زریں شاہراہ پر چلایا جاوے۔ اور اخلاق کو وسعت و رفعت دیکر اپنے تئیں مخلوقِ الٰہی کیلئے مٹمیں لگا دیا جاوے۔ الغرض انسان اس وقت تک قعرِ جسمانیات میں پڑا رہتا ہے۔ جب اسکی نظر میں ہر ایک چیز میری ہے۔ اور وہ اخلاقی سطح پر آتا ہے جب اس کے نزدیک میری میری اور تیری تیری ہو جاوے۔ مگر جب سب کچھ تیری ہی تیری ہو جاوے اور میری مٹ جاوے۔ تو وہ آسمانِ رُوحانیت میں پرواز کے لُطف اُٹھاتا ہے۔ قرآن کریم نے انسانی فطرت کی ان تین کیفیات کا نقشہ کیا ہی دلکش پیرایہ میں کھینچا ہے۔ جو حسب ذیل ہے :۔

۱۔ **نفس امّارہ** (بڑا حکم کرنیوالا نفس) جو انسان کو ہر ایک رطب و یابس کے استعمال پر اُبھارتا ہے جس سے وہ اپنی خواہشات کی آگ بُجھا سکے۔ یہ انسان کی حیوانی حالت ہے۔

۲۔ **نفس لوّامہ** (ملامت کرنیوالا نفس) جو انسان کی خواہشات سفلی پر ایک قسم کا لگام ڈالتا ہے کہ اپنی تسکین کے لئے حدُودِ حق سے تجاوز نہ کر جاویں۔ یہ انسان کی اخلاقی حالت ہے۔

۳۔ **نفس مطمئنہ** (سکینت والا نفس) جو انسان کو فنا فی العالم کر دیتا ہے ہمہ تن خدمتِ مخلوق میں مستغرق ہو کر انسان اپنے تئیں فراموش کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کو آسمان رُوحانیت پر رفعت دیتا ہے۔ جہاں وہ تفکراتِ سفلی کے بادلوں سے بالاتر ہوتا ہے وہ خدا کے جنّت میں داخل کیا جاتا ہے جہاں ہمیشہ تجلیاتِ انوارِ الٰہی سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ یہ ہے وہ معراج رُوحانیت جس کا ذکر قرآن کریم نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی ادخلی جنتی (اے نفس مطمئنہ لوٹ آ اپنے رب کیطرف اس حالت میں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی داخل ہو جا میرے بندوں میں اور میری جنت میں)

اسماء الحسنیٰ

(از قلم جناب پروفیسر ایچ ایم لیون صاحب ایم اے ایف ایس پی)

قرآن شریف کی ساتویں سورۃ اعراف کی ۱۸۰ آیت میں لکھا ہے کہ وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا۔ ترجمہ۔ اور اللہ کے (سب ہی) نام اچھے ہیں تو اس کے نام لے کر اسکو (جس نام سے چاہو) پکارو۔ اسماء الحسنیٰ اُس قادرِ مطلق کی ننانویں صفات کو ظاہر کرتے ہیں جس کا نام اللہ ہے ایک فاضل مولوی عبدالحق صاحب شارح مشکوۃ المصابیح نے لکھا ہے کہ اسلام کی ابتداء زمانہ میں پکے مسلمان اللہ تعالیٰ کی تعریف میں اس کے شاندار صفات کو کنکریوں یا اُنگلیوں پر شمار کیا کرتے تھے۔ اور اس طرح ان اسماء کے یاد کرنے میں انہیں بہت مدد ملتی تھی۔ یہ بھی اِس جگہ ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ مشکوۃ المصابیح (طاق برائے چراغہا) اسلامی احادیث کی ایک مشہور کتاب ہے۔ پانچویں سنہ ہجری کے آخر میں امام حسین البغاوی نے جو کہ ایک متقی شخص تھا۔ اُسے تصنیف کیا اور اس وقت اس کا نام مصابیح السنہ رکھا گیا تھا +

مُسلمان اس وقت تک بھی کنکریوں یا اُنگلیوں سے صفات آلہی کے گننے میں کام لیتے ہیں۔ اور علاوہ اس کے اکثر لوگ دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا استعمال کرتے ہیں جسے عربی میں سبح فارسی میں سباح اور ہندوستانی میں تسبیح اور ترکی میں تسبح کہتے ہیں۔ اور تسبیح کے معنے ہیں اے پاک خدا +

لاطینی کیتھولک عیسائی بھی اپنی عبادت کے وقت دھاگے میں اسی قسم کے دانے پرو کر استعمال کیا کرتے تھے۔ یہ رسم اغلباً مذہبی جنگوں کے وقت عیسائیوں نے اختیار کی اور مخالف مسلمانوں کی تقلید میں مذہبی مجاہدین کے

ذریعہ اس کا رواج ان میں ہؤا۔ مگر تسبیح کا رواج عیسائیوں میں باضابطہ طور پر بقول پوپ پالس پنجم سینٹ ڈومی نک وی گزمان کے ذریعہ ہؤا جو دینی عدالت کے حاکم اور ڈومینکن فرایرز کا بانی تھا۔ پوپ مذکور ایک سچا لیکن متعصب شخص تھا جو ۱۵۰۴ء میں پیدا ہؤا اور ۱۵۶۶ء سے لیکر ۱۵۷۲ء تک جبکہ وہ فوت ہؤا پوپ رہا۔ اور اس نے ۱۵۶۶ء میں اس امر کا ذکر بل (فتوئ پوپ) میں کیا +

لکھا ہے کہ پال سائن فرما چوتھی صدی عیسوی کے ایک مصری مجاہد کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ تین سو دعاؤں کا ورد کرے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے تین سو کنکریاں جمع کر کے اپنے سینہ کے ساتھ رکھیں۔ اور ہر ایک دُعا بعد ایک کنکری نکالکر وہ پھینک دیتا تھا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی عیسائیوں کو تسبیح کا استعمال معلوم نہ تھا۔ اور البتہ اس امر کی تصدیق اس سے ضرور ہوتی ہے۔ کہ لاطینی عیسائی مجاہدین سارے میں مسلمانوں کے مُقلد تھے۔ قرآن شریف کا مسلمانوں کے لئے یہ حکم کہ وہ خدا کو اس کے مقدس نام لیکر پکاریں کوئی نیا رواج یا نئی رسم نہیں جو حضرت محمد صلعم نے ایجاد کی ہو۔ خداوند تعالیٰ کے نام کی عزت کے متعلق تمام یہودی اور عیسائی مذہبی مصنّفوں۔ نے حضرت موسیٰ (ملاحظہ ہو خروج باب ۲۳ آیت ۷) سے لیکر جناب مسیح کے سب سے آخری حواری تک (ملاحظہ ہو مکاشفات باب ۱۵۔ آیت ۴) ایک زبان ہوکر ایک ہی قسم کی تعلیم دی ہے +

کتاب نحمیاہ (باب ۹ آیت ۵) میں لکھا ہے کہ نبی نے اسرائیلیوں کی ایک بھاری دعوت کے موقعہ پر جبکہ وہ ماتمی لباس پہن کر اور سر پر خاک ڈالکر سہ پہر کے بعد اپنے گناہوں کا اعتراف کیا کرتے تھے انہیں حکم دیا کہ وہ سجدہ میں سے اُٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔ اور اپنے خدا کی بار بار تسبیح اور حمد کریں اور اس کے نام کی تقدیس کریں وہی تمام تعریفوں سے بالاتر ہے۔ چنانچہ آیات ۶

لغایت ۱۰ میں لکھا ہے کہ نبی نے قادر مطلق کی تعریف کے گیت گائے۔ اور بآواز بلند کہا کہ تو ہاں تو ہی اکیلا خداوند ہے۔ تو نے آسمان کو اور آسمانوں کے آسمان کو اور اُن کی ساری آبادی کو اور زمین کو اور جو کچھ اس پر ہے اور سمندروں کو اور جو کچھ ان میں ہے بنایا۔ اور تو سبھوں کا پروردگار ہے۔ اور آسمانوں کا لشکر تیرا سجدہ کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی وحدانیت۔ اس کے قادر مطلق اور حاضر و ناظر ہونے کا اعلان اور اسکے ربوبیت عامہ۔ خالقیت۔ حیّ وقیوم ہونے کا اعتراف۔ اور تمام جھوٹے اور تجویز کردہ دیوتاؤں یا خداؤں کی طرف سے بے اعتنائی اور کفار کی بت پرستی۔ ایرانی مجوسیوں کے دو خداؤں کی مخالفت یہ سب کچھ ایک قسم کی صدائے احتجاج تھی۔ جو کہ اسلام کے سچے پیغمبر کی شان کے بالکل شایاں تھی ✦

خدا کی تعریف میں نحمیاہ کا گیت تمام مسلمانوں کو بڑے زور شور سے قرآن مجید کی سورہ ۵۹ (الحشر) کی پہلی اور آخر کی آیات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم۔ ترجمہ جتنی مخلوقات آسمانوں میں ہیں اور جتنی مخلوقات زمین میں ہیں (سب ہی تو) خدا کی تسبیح (وتقدیس) میں لگی ہیں اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (آیت اوّل) ✦

۲۔ ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو۔ عالم الغیب والشھادۃ۔ ھو الرحمن الرحیم ترجمہ۔ وہ اللہ ایسا (پاک ذات) ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جاننے والا۔ وہی بڑا مہربان (اور) رحم والا ہے (آیت ۲۲) ✦

۳۔ ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو۔ الملک القدوس السلم المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر۔ سبحن اللہ عما یشرکون ترجمہ۔ وہ اللہ ایسا (پاک ذات) ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (تمام جہان کا) بادشاہ ہے پاک ذات ہے (تمام) عیبوں سے بری ہے امن دینے والا

ہنے نگہبان ہے زبردست ہے۔ بڑا دباؤ والا ہے بڑی عظمت رکھتا ہے۔ یہ لوگ جیسے جیسے شرک کرتے ہیں اللہ (کی ذات) اس سے پاک ہے (آیت ۲۳) +

۴۔ ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض ج وھو العزیز الحکیم۔ ترجمہ۔ وہی (اللہ (ہر چیز کا) خالق (ہر چیز کا) موجد (مخلوقات کی طرح طرح کی) صورتیں بنانیوالا ہے (اسکی اچھی اچھی صفتیں ہیں اور اسی سبب سے) اس کے اچھے ہی اچھے نام ہیں جو (مخلوقات) آسمانوں (میں) اور زمین میں ہے (سب ہی تو) اسکی تسبیح (وتقدیس) کرتے ہیں۔ اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (آیت ۲۴)

دُنیا کی ابتدائی حالت میں بھی قوموں نے کسی نام کی تقدیس وتحریم وغیرہ کو ضروری سمجھا ہے اور آجکل کی تہذیب یافتہ اقوام بھی اس قسم کے مضمون کو نظرانداز نہیں کرتے۔ بُت پرستی کی مختلف شکلوں میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ چھوٹے یا بڑے دیوتاؤں کے نام (گو ان دیوتاؤں کا اس وقت پتہ نہیں چلتا) اکثر ان صفات کے مظہر تھے جن کی نسبت اعتقاد تھا۔ کہ وہ ان میں موجود ہیں۔ انمیں سے بڑے بڑے اکثر فطرت کی پرستش کے متعلق تھے +

مسٹر جے مونی اپنی عجیب وغریب کتاب دی سیکر (مار میولاز آف دی چیروکینیز وچیروکینیز کی مقدس منتر) میں لکھتا ہے کہ شمالی امریکہ انڈین کے نزدیک چیروکینیز کا نام کاغذ کے پرزہ پر ایک طبع شدہ حروف کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ وہ اُسے اسکی ذات کا یعنے جسم کا ایک جزو اسی طرح کا خیال کرتے ہیں جس طرح کہ اسکی آنکھ یا دانت اور ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جس طرح اسکے جسم پر زخم یا ضرب پہنچانے سے اُسے تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ اسی طرح اس کے نام کے ساتھ بدسلوکی کرنے یا اسکی بیعزتی کرنے سے بھی پہنچتی ہے۔ یہی اعتقاد اُن مختلف اقوام میں بھی تھا۔ جو بحر اوقیانوس سے لیکر بحرالکاہل تک آباد تھیں اسی لئے نام کو چھپانے اور اسکے تغیر کرنے کے لئے بہتیرے قواعد انہیں بنانے پڑے

اور یہی باعث ہے کہ ہو ہاٹن اور پوکاہان ٹس کی تاریخوں میں فرضی نام پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ سفید رنگ قوموں سے اس کے اصلی نام اس وقت تک پوشیدہ رکھے گئے جب تک کہ ان کے اصلی نام اس قدر شہرت نہ پا گئے کہ اُنکا مٹانا ناممکن ہوگیا۔ اگر اُن کے کسی پیر یا پادری کی دعا کسی بیمار کے حق میں اپنا ظاہری اثر پیدا نہ کرے تو وہ بیمار کی بجائے اُس کے نام کو بعض وقت بیمار خیال کرتا ہے۔ اسلئے وہ پانی کے پاس جاکر بعض مناسب رسومات ادا کرکے بیمار کے لئے نیا نام تجویز کرتا ہے۔ اور اسی نام سے وہ آئندہ ہمیشہ پکارا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ پھر از سرِ نو اپنا منتر پڑھتا ہے۔ اور اسمیں بیمار کا نیا نام لاتا ہے۔ اور اسے اُمید واثق ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی کوششوں میں ضرور کامیاب ہوگا۔ اب اس امر کا ثبوت کہ کسی شخص کا نام اسکے جسم کا ایک حصہ کیسے سمجھا جاسکتا ہے۔ اور کس طرح اس کے ذریعہ اس کا وجود ایک جگہ سے لیجا کر دوسری جگہ قائم کیا جاتا ہے۔ اس طریق عمل سے ملتا ہے۔ جو کہ ایک ساحرہ یا جادوگر اپنے معمول کی بجان ایک بُت میں ڈالکر اس پر جادو کرتا ہے +

جیمس شاہِ انگلینڈ نے اپنی کتاب ڈیمونولوجی (علم بھوت) میں لکھا ہے۔ کہ بھوت مٹی یا موم کے بُت بنانے کا ڈھنگ سکھلا دیتے ہیں۔ جنکو جلانے سے وہ لوگ جن کے نام پر وہ بُت بنائے جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ ایک لمبی بیماری سے گھلتے جاتے ہیں۔ اسی طرح زمانۂ وسطیٰ کے ایک وعظ (لیکچر) میں لکھا ہے کہ ایک قوم کے بُت کو بپتسما دیا گیا۔ تاکہ اس پر جادو کا عمل کیا جائے

اسی طرح بعض توہم پرست لوگوں کا خیال ہے کہ خدا اسم القادر مختتم کا ورد کرنے سے انسان میں دیوتا کے ساتھ براہ راست تعلق رکھنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس شخص میں اس دیوتا کی خرق العادت قوتیں بھی آجاتی ہیں۔ جسے وہ شخص ضرورت کے وقت استعمال میں لاسکتا ہے۔ ایک پرانی مشرقی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان بادشاہ کو یہ نام

معلوم تھا اور اسی کے استعمال سے وہ علم اُسے حاصل تھا جو اسمیں دیکھا جاتا تھا۔ اور اسی کے ذریعہ وہ خدا اور اُسکے فرشتوں کے علم اور دانائی سے جب کبھی وہ چاہتا کام لیتا تھا۔ مصر۔ عرب شام اور دیگر ممالک میں اب بھی لوگوں کا اعتقاد ہے خدا کے اسی اسم اعظم کا علم بڑے انبیا کو دیا گیا تھا۔ اور ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اسم اللہ اصلی نام نہیں۔ اسی اسم اعظم کے ذریعہ پیغمبر اپنے آپ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جب وہ چاہیں اور اسے پڑھیں لیجاتے ہیں۔ اور اسے ہی سے وہ زندہ لوگوں کو مار سکتے ہیں۔ اور مُردوں کو زندہ بھی کر سکتے ہیں بیماروں کو صحت بخشنا چلتے دریاؤں کو خشک کر دینا اور اسی قسم کے دیگر معجزات کا اظہار اسی کی بدولت ہے۔

پلائینی دی الڈر جس نے ۷۰ء کے قریب ایک مشہور کتاب ہسٹوریا نیچرلس تصنیف کر کے طبع کرائے۔ ایک جگہ لکھتا ہے کہ سوکھی ہوئی بچھو بوٹی کی جڑھ بطور جنتر تپ نوبت کے مریضوں کو پہنائی جاتی تھی۔ اور اسی طرح دیگر پودے بھی مختلف امراض کے لئے استعمال کئے جاتے تھے لیکن ان جڑی بوٹیوں کو اکھاڑتے وقت یہ ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ کہ اس غرض کو ظاہر کیا جائے۔ جس کے لئے انہیں اُکھاڑا جاتا ہے۔ اور اس شخص کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی لیا جائے جس کے لئے ان کی ضرورت ہے۔ تاکہ ان کا اثر کمل طور پر ہو +

ایک عربی کتاب میں جو اس زمانہ میں تصنیف ہوئی جبکہ مسلمانوں کی سلطنت ہسپانیہ میں تھی لکھا ہے کہ ساحر لوگ جب کبھی وہ زہریلی ادویہ کسی شخص کیلئے تیار کرتے تو اس کا نام بھی ساتھ ہی تین دفعہ ضرور لیتے۔ اور جب مختلف ادویہ کو ہاون میں ڈالکر دستہ کے ساتھ باریک کرنا ہوتا تھا تو جس شخص کو ان ادویہ سے ہلاک کرتا ہوتا اس شخص کا نام روشنائی سے ہاون کے نیچے لکھتے تھے۔ اور پھر ادویہ ہمیں ڈالکر اس وقت تک کوٹی جاتی تھیں جب تک کہ اس شخص کے نام کا نشان تک بھی باقی نہ رہے ہندو ساحر بھی اپنے شکار کا نام اس بُت کے سینے پر لکھتے تھے جو اسکی قائمقامی کرتا تھا +

انگلستان میں بھی ملکۂ الزبتھ کے زمانہ تک سحر پر اور اس بات پر بھی لوگوں کا اعتقاد تھا۔ کہ کسی شخص کو اس کا بُت بنا کر اور اُس پر اس کا نام لکھ کر تکلیف دیجا سکتی ہے۔ اور ۱۵۷۸ء میں ڈاکٹر جان ڈی کو جو کہ ایک مشہور ریاضی دان اور نجومی تھا بصیغہ ضروری طلب کیا گیا۔ تا کہ وہ جناب ملکہ معظمہ کو اس تکلیف و دُکھ سے بچا دے جو اس کے ایک مجسمہ کے ذریعہ اُسے پہنچنے کا احتمال تھا۔ اس مجسمہ پر اُس کا نام لکھ کر اس کے سینہ میں ایک سُوئی چبھوئی گئی تھی۔ یہ مجسمہ لنکنزان فیلڈ واقعہ لنڈن میں پایا گیا تھا۔

پلاٹینی یہ بھی لکھتا ہے کہ ایک رومن مؤرخ اور گرامر دان ویری اس الم فلیکس نامی (جو رومن بادشاہ ٹائبریس کے عہد میں فوت ہوا۔ لیکن جس کی تاریخ پیدائش اور جائے ولادت کا ٹھیک پتہ نہیں) بعض معتبر مصنفین کا حوالہ دیکر لکھتا ہے۔ جب رومن والے کسی شہر کا محاصرہ کرتے تو سب سے پہلے پادریوں کا یہ کام ہوتا کہ وہ اس دیوتا کو پُوجا کر کے بُلاتے جس کی زیر نگرانی وہ شہر ہوتا اور اُسے التجا کرتا کہ وہ یا تو اُسے شہر کی حفاظت قبول کرے اور یا اس سے کسی بڑے شہر کی جو رومن کے قبضہ میں ہوا۔ پلاٹینی یہ بھی لکھتا ہے کہ یہ دستور العمل سردار پادریوں کے اہتمام میں اب تک ہے۔ اور اِسی وجہ سے اس کا راز اُسی دیوتا کی زیر حفاظت محفوظ رہا ہے جو کہ روما کا دیوتا تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ویلیری اس سورنیس کو اس لئے قتل کیا گیا تھا۔ کہ اس نے روما کے دیوتا کا نام ظاہر کر دیا تھا پروفیسر جے۔ رائس نے ولش فیریز (ویلز کی پریاں) پر ایک مضمون لکھا ہے جو نائنٹینتھ سنچری بابت جولائی لغایت دسمبر ۱۸۹۱ء میں چھپا ہے۔ اسمیں وہ لکھتا ہے کہ Celts اور آریا نسل کی دیگر دُور دُور پھیلی شاخوں کا کسی وقت اعتقاد تھا کسی شخص کا نام اس کا جزو جسم ہی نہیں بلکہ اس کا وہ حصہ جسم ہے جیسے جان یا جان وغیرہ کے نام سے لوگ پکارتے ہیں ۔ باقی دارد

زندہ مذہب کی خصوصیت

اسلامک ریویو مئی ۱۹۲۸ء

از قلم جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی۔اے مسجد ووکنگ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

(ترجمہ۔ دین (حق) تو اللہ کے نزدیک یہی اسلام ہے (سورہ ۳ آیت ۱۸)

اس وقت ہم ایک ایسے زمانہ میں سے ہوکر گذر رہے ہیں جس میں دماغی ترقی اور علوم طبعیات کی تحقیقات کا بہت کچھ چرچا ہو رہا ہے۔ اور فطرت کے رازہائے سربستہ کے متعلق عجیب عجیب تحقیقات کا ہونا ممکنات سے خیال کیا جاتا ہے اور ہر ایک چیز کی جانچ پڑتال کرنا ہماری فطرت ثانیہ ہوگئی ہے ہماری جستجو کی قوت نے اس حد تک ترقی کر لی ہے کہ سائنس کے میدان میں ہماری کامیابی محض اسی قوت کے نشو ونما پر منحصر ہے۔ اور آب و آتش۔ باد و خاک کے خواص دریافت کی بھی ہمیں دھت لگ رہی ہے جبکہ ہماری یہ حالت ہے تو کیا یہ ضروری معلوم نہیں دیتا کہ ہم مذہب کی خصوصیات کی بھی تلاش کریں۔ کیا مذہب محض ہمارا زبانی اقرار یا بیان ہے جس کے متعلق زبانی جمع خرچ کرنا ہی کافی خیال کیا جا سکتا ہے لیکن یہ ہرگز نہیں کیونکہ جس طرح ہمارا طبعیات کا علم انسانی تہذیب پر عملی رنگ میں اثر ڈالتا ہے۔ اور بہت حد تک انسان کی قسمت کو سانچے میں ڈھالتا ہے اسی طرح مذہبی دائرے کے اندر ہمارا علم ہمارے چلن کے اخلاقی اور روحانی پہلو کی درستی میں بہت بڑا کام کرتا ہے۔

جس مذہب کا اثر عملی رنگ میں کسی چال وچلن پر نہ پڑے۔ وہ قبولیت کے قابل نہیں اگر مذہب کا تعلق ہماری روزمرہ زندگی کے ساتھ نہیں اور وہ ہمیں یہ نہیں بتلاتا کہ کس طرح ہم زندگی کے میدان کارزار میں فتح حاصل کریں تو وہ ایک مجموعہ خیلات ہی ہے جو خود بخود جلد معدوم ہو جائیگا پھر اس قسم کے مذہب کی دنیا کو ضرورت ہی کیا ہے جو صرف توہمات ہی کی پرورش کرے۔ لہٰذا ایک سچے اور صحیح مذہب کا یہ کام ہونا چاہئے کہ وہ انسانی اخلاق کو اسی طرح مضبوط کرے جسطرح طبعیات کی تحقیقات سے انسان کی دولت اور خوشحالی بڑھتی ہے۔ سائنس اور مذہب میں بالکل چولی دامن کا ساتھ ہے فرق ان میں صرف اس قدر ہے کہ اول الذکر کا تعلق جسمانی اور مادی اشیاء کے ساتھ ہے اور آخر الذکر انسانی چلن کے اخلاقی اور روحانی پہلوؤں پر اثر ڈالتا ہے۔ پس اگر مادی ترقی کیلئے ہمیں تجربہ اور علم کی ضرورت ہے۔ تو روحانی ترقی اور عروج کے لئے بھی ہمیں اسیطرح علم حاصل کرنے کی حاجت ہے

تہذیب کے میدان میں ہم علم سائنس کے ذریعہ بڑھتے ہیں یعنے ہماری ترقی خدا کی رضا کا علم اُسی طرح سے حاصل کرنے پر منحصر ہے جس طرح کہ وہ کتاب فطرت میں نظر آتی ہے۔ اور روحانی دنیا میں بھی ہمیں ترقی تو ہی نصیب ہو سکتی ہے جبکہ علم حاصل کریں جو کلام الٰہی سے ہمیں مل سکتا ہے۔ گویا سائنس تو خدا کی کاموں کی تحقیقات اور اُس کا مطالعہ کرنا بتلاتا ہے اور مذہب خدا کے کلام کا مطالعہ کرنا سکھاتا ہے۔ ہر دو کی غرض تحصیل علم یعنے دُنیا میں تلاش رضاء مولیٰ ہے لیکن ذرائع البتہ مختلف ہیں۔ ایک خداوند تعالیٰ کے کاموں کی تلاش میں ہے اور دوسرا اس کے کلام کی۔ اور چونکہ دونو کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ لہٰذا سائنس اور مذہب کو توام کہہ سکتے ہیں جو کہ ایک ہی ماں کا دودھ پیتے ہیں پس جبکہ سائنس کا ایک لطیف نام مذہب ہے تو کیا ممکن نہیں کہ ہم اس کے خواص بھی دریافت کر سکیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ زندہ مذہب کی کیا خصوصیات ہیں ؟

الہام | میں نے ابھی اُوپر ذکر کیا ہے کہ مذہب کو خدا کے کلام سے علم و عرفان حاصل ہوتا ہے۔ اسلئے دنیا میں ہر ایک مذہب الہامی کتاب کا مدعی ہے۔ اور مختلف مذاہب کے پیرؤں کی الہامی کتابیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ خدا کا کلام ہی مذہب کی عمارت کیلئے بنیاد کا کام دیتا ہے ان کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے ایکدفعہ کلام کیا یا کم از کم ان سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ زمانہ ماضی میں بولنے کا عادی تھا لیکن اس سے زمانۂ حال کے لوگوں کی کسی صورت میں بھی تشفی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سے ایک محقق اور تفحص کرنے والے شخص کے دل میں خدا کی ہستی کے بارے میں خطرناک شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر سچے مذہب کیلئے خدا کی طرف سے الہام لازمی ہو تو ہر زمانہ میں تازہ الہام ہونا چاہئے کیونکہ زمانہ ماضی کا الہام ایک راز سربستہ ہوتا ہے جس سے زمانہ حال کے (زمانہ مابعد) کے لوگوں کو کوئی تازہ اور پختہ ثبوت نہیں مل سکتا۔ اور پھر قدرتاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا نے موسیٰ عیسیٰ اور محمد صلعم کے زمانہ میں کلام کیا تو اُسے زمانہ حال میں بھی گفتگو کرنا چاہئے۔ اور اگر وہ اب کلام نہیں کرتا تو اب اُسکی ہستی کا ثبوت دُنیا میں کس طرح مل سکتا ہے خدا کی نسبت تو ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ اور ابدی ہے۔ تو پھر کیا اس کا اسقدر لمبی خاموشی اختیار کرنا اس کے صفات کا منافی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا کسی زندہ مذہب کا زبردست نشان یہ ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں الہام الٰہی کا مدعی ہو۔ اور جو اُسے اب بند سمجھتا ہے وہ زندہ مذہب کہلانے کا مستحق

نہیں رکھتا۔ اور صفات الٰہی بھی اس خیال کی تائید نہیں کرتے +

انتظام ضروریات انسان میں مختلف قابلیتیں اور طاقتیں موجود ہیں۔ اور مذہب کا بڑا بھاری کام یہ ہے کہ ان تمام قوموں کی نشو و نما اس کے ذریعہ یکساں طور پر ہو۔ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مذہب صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں بلکہ اس میں ایسی طاقت ہونی چاہئے جس سے انسانی اخلاق کوئی خاص صورت اختیار کرنے اور انسان کی مختلف قوتیں کام میں لائی جاویں بالفاظ دیگر مذہب کی غرض و غایت انسان کی تمام طاقتوں کو پورے طور پر اظہار میں لانا ہے لیکن یہ تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ ہم خاص مقررہ شرائط کے پابند ہوں ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں ہر ایک امر کسی نہ کسی ضابطہ کے ماتحت ہے اور اسی قانون الٰہی پر عمل کرنے سے ہی اس میں ترقی حاصل ہو سکتی ہے پس قانون کی پابندی ہی ترقی کا راز ہے گویا ہماری آزادی قیود سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اسی خیال کو ہندوستان کے مشہور شاعر اقبال نے نہایت خوبصورتی سے ذیل کے شعر میں ادا کیا ہے +

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پا بگل بھی ہے
انہیں پابندیوں میں رہ کے آزادی کی خو کر لے

جو مذہب تمام انسانی قویٰ کی نشو و نما کو اپنا نصب العین بناتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہماری تمام ضروریات کا مکمل طور پر انتظام کرے۔ اور زندگی کے لئے تمام ضوابط و قواعد کو ترتیب دے اور ہمیں سکھاتا ہے کہ کس طرح کسی دوست یا دشمن کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے + نیز اس میں بادشاہ و رعیت باپ بیٹے اور مرد و زن وغیرہ کے باہمی حقوق و فرائض کے متعلق قواعد ہونے چاہئیں۔ الغرض اس میں اس قسم کی تعلیم ملنی چاہئے جس سے ہم ہر طرح پر امن زندگی کامیابی کے ساتھ بسر کر سکیں۔ لہذا اچھے مذہب کا دوسرا خاصہ یہ ہونا چاہئے کہ اس میں انسان کی ہدایت کے لئے مکمل ضابطۂ زندگی موجود ہو +

نمونہ اصول کے مقابلہ میں عمل کا اثر قوی تر ہوتا ہے۔ انسان میں ایک دوسرے کی نقل کرنے کا مادہ موجود ہے۔ اور جس طرح انسان فی بالطبع ہے اسی طرح اس میں عقل اور قوت استدلال بھی ہے۔ اس لئے صرف یہ ضابطہ اور قوانین ہی ہمارے اخلاق کو درست کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ ہمارے سامنے ایک مکمل نمونہ بھی موجود ہونا چاہئے اسی لئے مختلف مذاہب کو پیش کرنیوالے . . . اپنا اپنا نمونہ پیش کرتے ہیں اسباب کو تسلیم کرنے میں کسی کو تامل نہ ہوگا۔ کہ ہمارا نمونہ ایسا شخص ہونا چاہئے جو تاریخی ہو اور جس کے حالات زندگی ہم تک بڑی صحت و وثوق کے ساتھ پہنچیں۔ تاکہ ان سے ہم ہدایت پکڑیں۔ اور اپنی

منزل مقصود تک پہنچیں۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ وہ ایسا نمونہ ہو جو سوسائٹی کے مختلف مدارج میں سے ہو کر نکلا ہو خواہ وہ اعلیٰ ہو یا ادنےٰ تا کہ ہم زندگی کی ہر حالت میں اور ہر قدم پر اسکے نقش قدم پر چل سکیں

اسلام کی پرکھ آؤ ذرہ اس معیار کے مطابق جس کا اوپر ذکر کیا ہے اسلام کو پرکھیں۔ سب سے اول الہام ہے۔ اس کے متعلق میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام ہی غالباً ایک ایسا مذہب ہے جو کہتا ہے کہ الہام الٰہی کا سلسلہ اب تک جاری ہے چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ:-

متقیوں کو اس دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبریاں ملینگی

اور حضرت رسول اکرم صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات یعنے نبوت میں سے اب مبشرات ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید تمام زمانوں کیلئے ایک مکمل ضابطہ ہے لیکن رسالت کا دروازہ اب بند ہو چکا ہے۔ گو متقی اور پرہیزگار لوگوں کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے بشارت و خوشخبریاں ملتی رہینگی۔ یہ محض لفاظی ہی نہیں۔ اور جی خوش کرنے کیلئے ہی نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی تصدیق تاریخی واقعات سے ہی ہوتی ہے۔ تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ ہر ایک زمانہ میں مسلمانوں کے اندر ہستباز اولیا گذرے ہیں جنھیں خدا کی طرف سے الہام ہوتا رہا ہے اور ان میں اکثر نے ملہم ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید کی رُو سے قانون الٰہی کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے اب نئے پیغمبر کے آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ قرآن شریف میں حضرت محمد صلعم کو خاتم النبیین کہا گیا ہے اسلئے مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ ہوا۔ اور اب دنیا میں سب سے آخری نبی تھے مگر اولیاء اللہ کو بھی جنہیں خدا کی طرف سے الہام ہوا کرتا ہے کبھی کبھی نبی کہا گیا ہے لیکن اس لفظ نبی کا استعمال محض استعارۃً ہی ہے۔ اسلام کی اصطلاح کے مطابق نبی وہ شخص ہوسکتا ہے جو خدا کی طرف سے لوگوں کے لئے قانون الٰہی لاتے۔ چونکہ قرآن شریف کے بعد کوئی نیا قانون الٰہی نہیں ہوسکتا۔ اسلئے صحیح معنوں میں کسی رسُول کی ضرورت محمد رسول اللہ کے بعد نہیں ہوسکتی۔ خدا کی طرف سے جو الہامات اولیاء اللہ کو ہوتے ہیں وہ قانون کی ذیل میں نہیں آسکتے۔ وہ صرف ان کیلئے مبشرات لاتے ہیں۔ یا بعض وقت ان کے ذریعہ قرآن شریف کی کسی آیت کی نہایت خوبی کے ساتھ تشریح کیجاتی ہے۔ لیکن نئے قانون یا شرع کا وہ حکم نہیں رکھتے +

معیار دوم۔ انتظام ضروریات اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن شریف جس کے اپنے اصلی حالت میں ہونے کا سب کو اقرار ہے ہمارے لئے بڑے بڑے اعلیٰ اصولوں کے لحاظ سے ایک مکمل ضابطۂ زندگی پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی جن اصولوں کا قرآن شریف میں ذکر ہے انکی تشریح اور توضیح احادیث نبوی میں ملتی ہے +

معیار سوم پر ہمیں رسُول پاک کی ذات ہی میں ایک مکمل نمونہ نظر آتا ہے۔ آپ کی زندگی کے حالات قلمبند کرنے کیلئے یہاں بہت کم گنجائش ہے لیکن اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ آپ ایک تاریخی انسان تھے۔ اور آپ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات بھی ہم تک نہایت صحت اور صفائی کے ساتھ پہنچے ہیں۔ آپ کی سوانح عمری لکھنے والوں نے بڑی محنت سے آپ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے حالات کو جمع کر کے قلمبند کیا ہے۔ بلکہ انھوں نے آپ کے ازواج مطہرات کے ساتھ تعلقات کے بارے میں بھی تفصیل سے کام لیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ آپ کی زندگی میں ہر ایک انسانی پہلو کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپ ایک غریب اور بیکس یتیم کی حالت سے عرب کے زبردست بادشاہ بنے۔ اور اپنی عمر کے تریسٹھ سال کے اندر آپ نے زندگی کے مدوجزر کا عملی طور پر تجربہ کیا۔ کبھی آپ مکے سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوتے ہیں۔ اور کبھی آپ اُسی شہر میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ایک فاتح بادشاہ کی حیثیت میں داخل ہوتے ہیں۔ کبھی آپ لڑائی میں زخمی پائے جاتے ہیں۔ اور کبھی ہم آپ کو ایک بڑے تجربہ کار سپاہی کی طرح فوجوں کی کمان کرتے ہوئے دیکھتے ہیں +

روزمرہ کی زندگی میں بھی آپ ایک مہربان باپ اور محبت کرنیوالے خاوند اور وفادار دوست کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ الغرض آپ سوسائٹی کے مختلف مدارج میں سے ہو کر گذرے ہیں لہٰذا انسانی خصلت کے ہر ایک پہلو پر آپ کی زندگی روشنی ڈالتی ہے۔ اور آپ ہی انسان کیلئے مکمل نمونہ ہو سکتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں بھی لکھا ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

جو کچھ اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسلام ہی آجکل زندہ مذہب ہے کیونکہ

۱۔ یہ الہام الٰہی کیلئے ہمیشہ جاری رہنے کا قائل ہے جسکی تصدیق اسلامی اولیا کی سوانح سے ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے +

۲۔ اس کی کتاب یعنی قرآن شریف زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطہ ہے +

۳۔ اس کا پیغمبر جو کہ تاریخی انسان تھا اپنی زندگی بطور نمونہ مکمل کے پیش کرتا ہے + کیا انسان کے علم میں کوئی ایسا مذہب ہے جو ان تینوں باتوں میں پُورا اترے ؟

فہرست کتب اردو مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

نام کتاب	قیمت
زنانہ کتب	
بنت الرسول	۶ر
امام حسین	۵ر
جام کوثر	۵ر
جمیلہ خاتون	۴ر
آداب نسوان	۷ر
عقیلہ بیگم	۴ر
نیا باورچیخانہ	۷ر
مناجات بیوہ	۳ر
صبر کی دیوی	۴ر
اصلاح الرسوم	۴ر
لیکچر اسلام	۴ر
راہ جنت	۴ر
جیب کی داد	۳ر
رفیق مرزا	۵ر
ناصح مشفق	۴ر
رباعیات حالی	۴ر
مسدس حالی	۱۰ر
زنانہ حساب کتاب مجلد	۱۲ر
تعلیم نسواں کی پہلی کتاب	۳ر
تعلیم نسواں کی دوسری کتاب	۳ر

نام کتاب	قیمت
تعلیم نسواں کی تیسری کتاب	۵ر
زنانہ خط و کتابت	۵ر
ادیب نسوان	۵ر
انشاء النسوان	۵ر
خورشید جہان	۵ر
انمول موتی	۵ر
انتظام خانہ داری	۵ر
اخلاقی کہانیاں	۵ر
بہشتی حوریں	۵ر
کھانا پکانا	۵ر
زر آموزی	۵ر
پیغمبروں کے حالات	۵ر
کتب احادیث و دیگر	
صحیح بخاری محشی کامل مطبوعہ کرزن پریس دہلی	۱۵ر
صحیح مسلم اول تا تین جلد	[illegible]
ابوداؤد اول تا تیسری جلد	[illegible]
ابن ماجہ	[illegible]
حزب المقبول من احادیث الرسول مترجم و محشی اردو	۱۳ر
حزب البحر مترجم و محشی اردو مسطور حنا	۱۰ر

نام کتاب	قیمت
تفسیر فتح العزیز پارہ عم زبان فارسی	[illegible]
معانی الآثار معروف بہ طحاوی عربی	[illegible]
کشکول کلیمی اردو	۶ر
معین الواعظین ترجمہ اردو / امین الواعظین	[illegible]
کشف المحجوب فارسی	[illegible]
آیات الکاملہ اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	[illegible]
تفہیم القرآن	[illegible]
دیوان حافظ مترجم اردو کلاں	[illegible]
اخلاق جلالی فارسی	[illegible]
غنیۃ الطالبین معہ ترجمہ اردو / زبدۃ السالکین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	[illegible]
مثنوی مولانا روم فارسی	۱۲ر
شمائل ترمذی	۸ر
المشاہد ذکر شہداء	[illegible]
منتہی الارب فی لغات العرب عربی	[illegible]
کلیات سعدی فارسی	[illegible]
" جامی "	[illegible]
" عراقی "	۱۲ر

نام کتاب	قیمت
پیارے نبی کے پیارے حالات	عہ
بغداد کی تاریخ	تعدا
گلستان محشی معہ فرہنگ فارسی	۱۰ر

قرآن مجید

قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ — قد انچ ½۱۴×۱۱ انچ بہترین چھپائی کاغذ معہ رڈمٹی لمعہ مصری عٰـہ

قرآن شریف مترجم شاہ عبد القادر صاحب قد انچ ۱۳ × ۱۰ انچ ہدیہ ـہ ر

قرآن شریف مطبوعہ بمبئی مترجم شاہ رفیع الدین صاحب

ہدیہ للعہ

بچوں اور جوانوں اور بوڑھوں کے لئے

قرآن شریف بلا ترجمہ سفید کاغذ قد انچ ۱۳×۱۰ انچ

قرآن شریف خوشخط عمدہ اعلیٰ قسم بچوں اور بوڑھوں کے لئے قد ½۶×۱۰ انچ قیمت ـہ

حمائل شریف مترجم اعلیٰ قسم کاغذ سفید حاشیہ مطبوعہ دہلی ممتاز علی صاحب ہدیہ مجلد عاـر قد کارڈ سائز

نام کتاب وقیمت

حمائل شریف جس کے عموماً چاروں طرف مناق پائے جاتے ہیں۔ قد میں پاکٹ سائز خوشخط قد ½۲×۴ انچ عاـر

مشہور و معروف عکسی حمائل شریف مطبوعہ لندن قد ۵×۷ انچ عاـر

مبس خوبیوں والی حمائل شریف مترجم ہدیہ مجلد ۸ـہ

قرآن کریم وحیدی کلاں مترجم وحید الزمان صاحب حیدر آبادی مجلد ہدیہ ۱۳ـہ

کل دنیا بھر کی مطبوعہ حمائلوں سے بے نظیر حمائل شریف مترجم اردو۔ حاشیہ پہ حروف بر فوائد القرآن المسمیٰ موضح القرآن تصنیف حضرت شاہ عبد القادر علیہ الرحمۃ۔ مجلد ۔۔ للعہ

جواہر القرآن مجلد ۱۴ر

پنج سورہ مترجم فارسی مع دعا گنج العرش ہدیہ مجلد ۔۔۔۔۔ عہ ر

پنجسورہ مترجم و محشی اردو مع دعائے گنج العرش قیمت مجلد ۱۲ر

حمائل شریف مجلد عکسی مطبوعہ لندن عہ ر

تعویذی عکسی حمائل شریف ـہ ر

المشتہر

خواجہ عبد الغنی منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

… پریس میں حافظ لطف الدین صاحب کے اہتمام سے چھپا اور خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا